لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

النور

خصوصی ۲۰۱۰ جلسہ سالانہ امریکہ شمارہ

اخاء ۔ نبوت ۱۳۸۹ ہش
اکتوبر ۔ نومبر ۲۰۱۰ء

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

مشنری انچارج اور نائب امیر امریکہ مولانا نسیم مہدی جلسہ سالانہ شروع ہونے سے پہلے نماز جمعہ پڑھا رہے ہیں
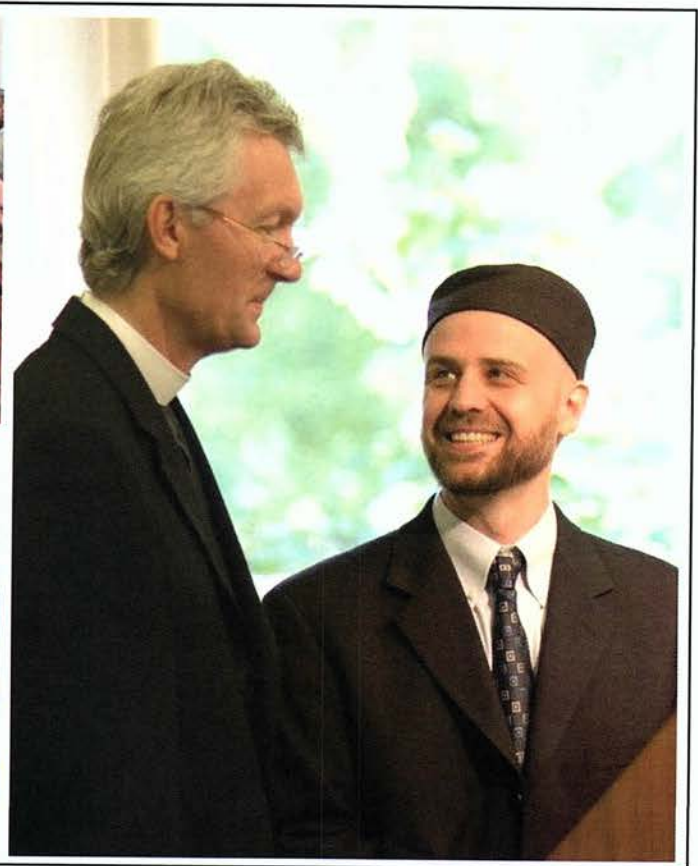
پورٹ لینڈ جماعت کا ۹/ستمبر کے موقعہ پر ایک بین المذاہب پروگرام

نیشنل پبلک ریلیشن سیکریٹری امجد محمود خان صاحب

ہاؤس اسپیکر نینسی پیلوسی کے ساتھ
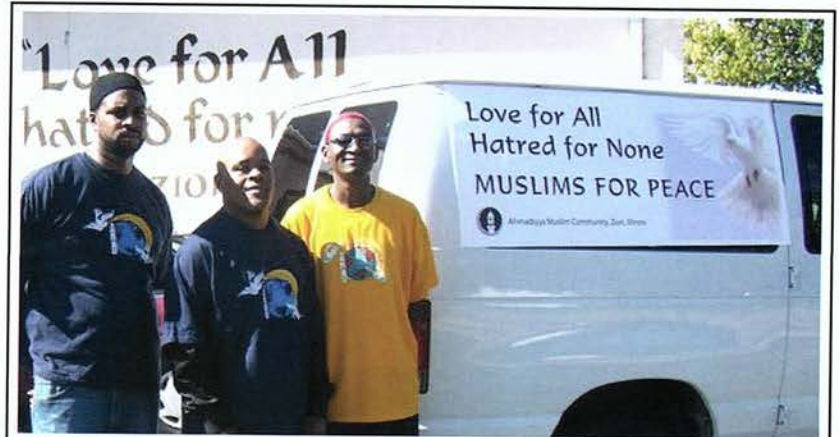
زاین الینوائے جماعت کی "مسلمز فور پیس" تبلیغی کی کاوش

زاین جماعت ابتک ۳۰۰۰ سے زیادہ بروشر تقسیم کر چکی ہے

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۵ (2:258)

النـــــور

اکتوبر۔نومبر 2010

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ O (ال عمران : 65)

تُو کہہ دے اے اہلِ کتاب! اس کلمہ کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی چیز کو اُس کا شریک ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اللہ کے سوا ربّ نہیں بنائے گا۔ پس اگر وہ پھر جائیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہنا کہ یقیناً ہم مسلمان ہیں۔

{700 احکامِ خداوندی صفحہ 59}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر

امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette

15000 Good Hope Road

Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝

(الفجر: 10)

اور کیا ثمود کے متعلق بھی تجھے معلوم ہے جو وادی (القریٰ) میں پہاڑیوں کو کھودتے تھے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ :
ثمود قوم کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ پہاڑوں کو تراش تراش کر اپنے لئے عمارتیں بنایا کرتی تھی۔ اس قوم کا دار الحکومت حجر تھا جو مدینہ منورہ اور تبوک کے درمیان ہے اور اس وادی کو جس میں حجر واقع ہے وادیٔ قریٰ کہا جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ جب غزوۂ تبوک پر جا رہے تھے اور ہزاروں صحابہؓ آپ کے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے راستہ میں حجر شہر آیا اور وہاں تھوڑی دیر کیلئے آپ نے پڑاؤ کیا۔ صحابہؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے اپنے آٹے نکالے اور گوندھ کر کھانا پکانے لگ گئے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ رسول کریم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا اس لئے یہاں کا پانی کوئی نہ پئے اور نہ کسی اور مصرف میں لائے چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَمَرَهُمْ اَنْ لَا يَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِهَا وَلَا يَسْتَقُوْا مِنْهَا فَقَالُوْا قَدْ عَجَنَّا مِنْهَا وَاسْتَقَيْنَا فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَطْرَحُوْا ذٰلِكَ الْعَجِيْنَ وَيُهْرِيْقُوْا ذٰلِكَ الْمَاءَ (بخاری کتاب الانبیاء) یعنی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کو جاتے ہوئے حجر مقام پر اُترے تو آپ نے صحابہ کو حکم دے دیا کہ نہ تو وہاں کے کنوؤں کا پانی خود پئیں اور نہ پینے کیلئے ساتھ لیں۔ تو لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہم نے اس پانی سے آٹے گوندھ لئے ہیں اور پانی بھی لے لیا ہے تو آنحضرت ﷺ نے گوندھے ہوئے آٹے کو پھینکوانے اور جمع شدہ پانی کو گرانے کا حکم دے دیا۔

دیکھو اللہ تعالیٰ کے انبیاء خدا تعالیٰ کے غضب سے کس قدر ڈرا کرتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ لوگ مر گئے جن پر غضب نازل ہوا تھا، وہ شہر اُجڑ گیا جو اُس غضب کا نشانہ بنا تھا۔ سالوں کے بعد سال اور صدیوں کے بعد صدیاں گزرتی چلی گئیں مگر اس قدر مدت دراز گزرنے کے باوجود رسول کریم ﷺ کی یہ حالت تھی کہ وہ آج بھی اس مقام پر خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہوتے دیکھ رہے تھے آج بھی اس مقام پر خدا تعالیٰ کے فرشتوں کو لعنت کرتے دیکھ رہے تھے۔ آپ نے اتنا بھی پسند نہ کیا کہ اُس جگہ کے پانی سے گندھا ہوا آٹا صحابہ استعمال کریں۔ آپ نے فوراً حکم دیا کہ اپنے گندھے ہوئے آٹے کو پھینک دو، سواریوں پر چڑھ جاؤ اور فوراً اس مقام سے نکل جاؤ کہ یہ وہ مقام ہے جو خدا تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنا تھا۔ اسی طرح جہاں خدا تعالیٰ کی رحمت کا کوئی نشان نازل ہوا انبیاء اُن مقامات کا نہایت ادب کرتے ہیں اور جب بھی ان جگہوں میں جاتے ہیں اُن کے دلوں پر خدا تعالیٰ کی خشیت طاری ہو جاتی ہے اور سوائے خدا تعالیٰ کی ذات کے وہ کسی اور طرف توجہ نہیں کرتے۔

(تفسیرِ کبیر جلد دهم صفحات 541-542)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

عَنْ عِصَامٍ ؓ الْمُزَنِيِّ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَقَالَ اِذَا رَاَيْتُمْ مَسْجِدًا اَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوْا اَحَدًا۔

(ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی دعاء المشرکین)

حضرت عصام مزنیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک فوجی مہم پر بھیجا اور روانہ کرتے وقت فرمایا جس جگہ تم مسجد دیکھو یا اذان سنو تو وہاں نہ حملہ کرنا ہے اور نہ کسی فرد کو قتل کرنا ہے۔

☆......☆......☆......☆

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ، وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَايَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ۔ وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ كَذَا كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللّٰهِ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَاِنَّ "لَوْ" تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ۔

(مسلم کتاب القدر باب فی الامر بالقوۃ و ترک العجز)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تندرست وتوانا مومن کمزور صحت والے مومن سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ ہر ایک چیز میں خیر اور بھلائی ہے جو چیز نفع دیتی ہے اس کی ہمیشہ حرص رکھو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو، عاجز بن کر نہ بیٹھو۔ اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا نہ ہوتا۔ بلکہ یہ کہو کہ میں نے کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر یہی تھی۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کاش کہنا اور پچھتاوے اور حسرت کا اظہار کرنا شیطان کے اثر ڈالنے کی راہ ہموار کرتا ہے۔

☆......☆......☆......☆

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُقِيْمَنَّ اَحَدُكُمْ رَجُلًا مِّنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا قَامَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنْ مَجْلِسِهٖ لَمْ يَجْلِسْ فِيْهِ۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے اس غرض سے نہ اٹھائے کہ تا وہ خود اس جگہ بیٹھے۔ وسعت قلبی سے کام لو اور کھل کر بیٹھو۔ چنانچہ ابن عمرؓ کا طریق تھا کہ جب کوئی آدمی آپ کو جگہ دینے کیلئے اپنی جگہ سے اٹھتا تو آپ اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے۔

☆......☆......☆......☆

ارشاداتِ عالیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

جو شخص اس پاک تعلیم کو اپنا رہبر بنائے گا وہ بھی یسوع کی مانند ہوجائے گا۔ یہ پاک تعلیم ہزاروں کو عیسیٰ مسیح بنانے کیلئے طیار ہے اور لاکھوں کو بنا چکی ہے

''استغفار جسکے ساتھ ایمان کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں قرآن شریف میں دو معنے پر آیا ہے۔ ایک تو یہ کہ اپنے دل کو خُدا کی محبت میں محکم کر کے گناہوں کے ظہور کو جو علیحدگی کی حالت میں جوش مارتے ہیں خُدا تعالیٰ کے تعلق کے ساتھ روکنا اور خُدا میں پیوست ہو کر اُس سے مدد چاہنا۔ یہ استغفار تو مقرّبوں کا ہے۔ جو ایک طرفۃ العین خُدا سے علیحدہ ہونا اپنی تباہی کا موجب جانتے ہیں اسلئے استغفار کرتے ہیں تا خُدا اپنی محبت میں تھامے رکھے۔ اور دوسری قسم استغفار کی یہ ہے کہ گُناہ سے نکل کر خُدا کی محبت کا اسیر ہوجائے۔ تا پاک نشوونما پا کر گُناہ کی خشکی اور زوال سے بچ جائے اور ان دونوں صورتوں کا نام استغفار رکھا گیا۔ کیونکہ غَفَر جس سے استفادہ نکلا ہے ڈھانکنے اور دبانے کو کہتے ہیں۔ گویا استغفار سے یہ مطلب ہے کہ خُدا اُس شخص کے گُناہ جو اسکی محبت میں اپنے تئیں قائم کرتا ہے دبائے رکھے۔ اور بشریت کی جڑیں ننگی نہ ہونے دے۔ بلکہ اُلوہیت کی چادر میں لے کر اپنی قدّوسیت میں سے حصہ دے۔ یا اگر کوئی جڑ گُناہ کے ظہور سے ننگی ہوگئی ہو پھر اُسکو ڈھانک دے۔ اور اُسکی برہنگی کے بداثر سے بچائے۔ سو چونکہ خُدا مبدءِ فیض ہے۔ اور اُس کا نُور ہر ایک تاریکی کے دُور کرنے کیلئے ہر وقت طیّار ہے اسلئے پاک زندگی حاصل کرنے کیلئے یہی طریق مستقیم ہے کہ ہم اس خوفناک حالت سے ڈر کر اُس چشمہء طہارت کی طرف دونوں ہاتھ پھیلائیں۔ تا وہ چشمہ زور سے ہماری طرف حرکت کرے۔ اور تمام گند کو یکدفعہ لے جائے۔ خُدا کو راضی کرنے والی اس سے زیادہ کوئی قربانی نہیں کہ ہم درحقیقت اسکی راہ میں مَوت کو قبول کر کے اپنا وجود اُس کے آگے رکھ دیں۔ اسی قربانی کی خدا نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (اٰل عمران:93) یعنے تم حقیقی نیکی کو کسی طرح پا نہیں سکتے جب تک تم اپنی تمام پیاری چیزیں خُدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

یہ راہ ہے جو قرآن نے ہمیں سکھائی ہے اور آسمانی گواہیاں بلند آواز سے پکار رہی ہیں کہ یہی راہ سیدھی ہے۔ اور عقل بھی اسی پر گواہی دیتی ہے۔ پس جو امر گواہوں کے ساتھ ثابت ہے اُس کے ساتھ وہ امر مقابلہ نہیں کھا سکتا جس پر کوئی گواہی نہیں۔ یسوعؑ ناصری نے اپنا قدم قرآن کی تعلیم کے موافق رکھا اسلئے اُس نے خُدا سے انعام پایا۔ ایسا ہی جو شخص اس پاک تعلیم کو اپنا رہبر بنائے گا وہ بھی یسوع کی مانند ہوجائے گا۔ یہ پاک تعلیم ہزاروں کو عیسیٰ مسیح بنانے کیلئے طیّار ہے اور لاکھوں کو بنا چکی ہے۔

ہم نہایت نرمی اور ادب سے حضرات پادری صاحبوں کی خدمت میں سوال کرتے ہیں کہ اس بیچارہ ضعیف انسان کو خدا ٹھہرا کر آپ کی رُوحانیت کو کونسی ترقی ہوئی ہے۔ اگر وہ ترقی ثابت کرو تو ہم لینے کو طیّار ہیں۔ ورنہ اے بدبخت مخلوق پرست لوگو! آؤ ہماری ترقّیات دیکھو اور مسلمان ہوجاؤ۔ کیا یہ انصاف کی بات نہیں کہ جو شخص اپنی پاک زندگی اور پاک معرفت اور پاک محبت پر آسمانی شہادت رکھتا ہے وہی سچا ہے۔ اور جس کے ہاتھ میں صرف قصّے اور کہانیاں ہیں وہ بدبخت جھوٹا اور نجاست خوار ہے۔''

(روحانی خزائن جلد12، سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ 347-348)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اُس ذاتِ پاک سے جو کوئی دل لگاتا ہے
آخر وہ اُس کے رحم کو ایسا ہی پاتا ہے

جن کو نشانِ حضرتِ باری ہوا نصیب
وہ اس جنابِ پاک سے ہر دم ہوئے قریب

کھینچے گئے کچھ ایسے کہ دُنیا سے سوگئے!
کچھ ایسا نُور دیکھا کہ اُس کے ہی ہوگئے

بن دیکھے کیسے پاک ہو انساں گُناہ سے
اس چاہ سے نکلتے ہیں لوگ اُس کی چاہ سے

سَو روگ کی دَوا یہی وصلِ الٰہی ہے
اس قید میں ہر ایک گُنہ سے رہائی ہے

ہر چیز میں خُدا کی ضیاء کا ظہور ہے
پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دُور ہے

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

عاشق جو ہیں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں
جب مرگئے تو اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں

یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے
دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے

خطبہ جمعہ

ایک مومن کو یہی نصیحت ہے کہ اپنے ہر کام کی ابتدا بِسْمِ اللّٰہ سے کرو

''یہ دونوں صفتیں یعنی رحمانیت اور رحیمیت ایسی ہیں کہ بغیر ان کے کوئی کام دنیا کا ہو یا دین کا انجام کو نہیں پہنچ سکتا''

یہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل ہیں ۔ہماری نظر ہمیشہ خداتعالیٰ کی طرف ہی ہے۔ہم اس کی حمد کرتے ہیں جو اپنے فضلوں سے ہمارے کاموں کی پردہ پوشی بھی فرماتاہے ۔ اور بہتر نتائج بھی پیدا فرماتاہے۔ اور دشمن کے منصوبوں کو بھی خاک میں ملا تاہے۔

ترقی اور تبدیلی میں ہم نے قدم آگے بڑھانا ہے انشاء اللہ اور اللہ تعالیٰ کی حقیقی حمد کرنے والا بننا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہمیشہ ہم پر پہلے سے بڑھ کر نازل ہوتے چلے جائیں

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 06 راگست 2010ء بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

الحمدللہ گذشتہ اتوار جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے اپنے اختتام کو پہنچا تھا۔ سب سے پہلے تو ہمارے سر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جھکنے چاہئیں ۔ اور حقیقی مومن کا یہی رویہ ہونا چاہئے کہ محض اور محض اس کے فضل سے تمام کام بخیر وخوبی انجام کو پہنچے۔ اللہ کرے کہ ہم اس اہم بات کو ہمیشہ سمجھتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ابتدا ہی اس بات سے کی ہے کہ ایک حقیقی مومن اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہے تا کہ اس کی ابتداء سے انتہاء تک اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہے اور خدا تعالیٰ ہر لمحے یاد آتا رہے۔ قرآن کریم کی پہلی آیت ہی بسم اللہ سے شروع ہوتی ہے جو کہ اس بات کا اعلان ہے کہ مَیں اپنے خدا کے نام کے ساتھ اس عظیم کتاب کو پڑھتا ہوں جس نے میری دین و دنیا کی بقا کیلئے اُسے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمایا۔

پس ایک مومن کو یہی نصیحت ہے کہ اپنے ہر کام کی ابتدا بِسْمِ اللّٰہ سے کرو۔ اور پھر اللہ کے نام کے ساتھ، بِسْمِ اللّٰہ کے بعد جن صفات کا استعمال کیا گیا ہے وہ دو ہیں۔ گو اللہ جو تمام صفات کا جامع ہے۔ ایک اَلرَّحْمٰن اور دوسرے اَلرَّحِیْم ہے۔ اَلرَّحْمٰن وہ ہے جو بے انتہا کرم کرنے والا ہے۔ بار بار رحم کرنے والا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت ہی ہے جو بے انتہاء رحم کرتے ہوئے اپنا کرم فرماتی ہے۔ جو کسی کام کو کرنے کے لئے ایسے حالات پیدا کرتی ہے، ایسے انتظامات کرتی ہے جو کسی انسان کی کوشش سے نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بہت سی صفات اپنے بندوں کے لئے صفتِ رحمانیت کا نظارہ دکھاتے ہوئے بروئے کار لا رہا ہوتا ہے۔ اور پھر صفت رَحِیْمِیَّت ہے جو صفت رحمانیت کے عموم سے ہٹ کر عبادالرحمٰن کے لئے خاص طور پر اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔ ایک مومن جب اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرنے کے لئے اس کے حضور

جھکتا ہے، تمام امور کے بااحسن انجام پانے کے لئے اس کی مدد اور رحمت کا امیدوار ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی تائید ونصرت کے جلوے دکھاتا ہے اور یہ تائید ونصرت کے جلوے ہم نے اس جلسہ کے دوران بھی دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے بھی نظارے ہم نے دیکھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کے نظارے بھی ہم نے دیکھے۔ اور ان کو دیکھ کر ہم میں شکرگزاری کی کیفیت بھی پیدا ہوتی رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اس شکرگزاری اور اللہ تعالیٰ کا عبدِ شکور بننے کی وجہ سے ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کے اس وعدے سے بھی فیض پاتے رہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:8) اگر تم شکر گزار بنے تو مَیں اور بھی زیادہ دوں گا۔ پس جلسے کے دنوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے افضال کو دیکھ کر اُس کے شکرگزار رہے، اس کے آگے جھکتے رہے اور ہمارے بعض خدشات اور تحفظات کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے دور فرمایا اور بے شمار برکتوں کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا۔ پس ان افضال، اللہ تعالیٰ کے رحمانیت اور رحیمیت کے نظارے جو ہم نے دیکھے ان کے جاری رکھنے کے لئے یہ کیفیت ہمیشہ جاری رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی تلاش اور جستجو کے لئے کوشش کرتے رہیں، اس سے فضل مانگتے رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:۔

''یہ دونوں صفتیں یعنی رحمانیت اور رحیمیت ایسی ہیں کہ بغیر ان کے کوئی کام دنیا کا ہو یا دین کا انجام کو نہیں پہنچ سکتا''۔ فرمایا کہ ''اور اگر غور کرکے دیکھو تو ظاہر ہوگا کہ دنیا کی تمام مہمات کے انجام دینے کے لئے یہ دونوں صفتیں ہر وقت اور ہر لحظہ کام میں لگی ہوئی ہیں۔ خدا کی رحمانیت اس وقت سے ظاہر ہو رہی ہے کہ جب انسان ابھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ سو وہ رحمانیت انسان کے لئے ایسے ایسے اسباب بہم پہنچاتی ہے کہ جو اُس کی طاقت سے باہر ہیں اور جن کو وہ کسی حیلے یا تدبیر سے ہرگز حاصل نہیں کر سکتا''۔ فرمایا'' اسی طرح خدا کی رحیمیت تب ظہور کرتی ہے کہ جب انسان سب توفیقوں کو پاکر خداداد قوتوں کو کسی فعل کے انجام کے لئے حرکت دیتا ہے اور جہاں تک اپنا زور اور طاقت اور قوت ہے خرچ کرتا ہے تو اُس وقت عادتِ الٰہیہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ اس کی کوششوں کو ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ ان کوششوں پر ثمراتِ حسنہ مترتب کرتا ہے۔ پس یہ اس کی سراسر رحیمیت ہے کہ جو انسان کی مردہ محنتوں میں جان ڈالتی ہے''۔

(براہین احمدیہ۔روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 421-422۔ حاشیہ نمبر 11)

پس جلسہ کے کاموں کی منصوبہ بندی، کارکنان کی محنت، انتظامات جس کے نتیجہ میں بہتری اور کامیابی ایک مومن کو خدا تعالیٰ کے فضلوں کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اور وہ بجائے تمام امور کے عمدگی سے طے پا جانے کو اپنی طرف منسوب کرنے کے اسے خدا تعالیٰ کا فضل قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ بنتا ہے۔ اور حقیقی عبدِ شکور بننا یہی خدا تعالیٰ کی شکرگزاری ہے یا خدا تعالیٰ کی شکرگزاری جو ہے وہی انسان کو عبدِ شکور بناتی ہے۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم شکرگزار بنے تو میں تمہیں اور بھی زیادہ دوں گا۔ اسی طرح اور بھی بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس شکر کے مضمون پر توجہ دلائی ہے کہ مومنین کی نشانی شکرگزاری ہی ہے۔ لیکن غیر مومن شکرگزار نہیں ہوتے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں اور احسانوں کا ذکر کرتے ہوئے انسان کے ناشکرے پن کا ذکر یوں فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (البقرۃ:244) کہ اللہ لوگوں پر یقیناً بڑا فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اتنے فضلوں اور احسانوں کے بعد جو شکرگزاری کا حق ہے اُسے ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ انسان کی روحانی ترقی کے بھی سامان فرماتا ہے اور دنیاوی اور ظاہری ترقی کے بھی سامان فرماتا ہے۔ پس ایک مومن جب یہ دونوں طرح کے فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے برستے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری میں پہلے سے بڑھتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی شکرگزاری کا سب سے بہترین طریق اس کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اس کی عبادت کرنا ہے جسے ہر وقت ہر مومن کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ اس کے آگے جھکنا ہے اور اپنے ہر کام کے نیک نتائج کو خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف منسوب کرنا ہے، اس کے فضل کی طرف منسوب کرنا ہے۔ اور یہی حقیقی مومن کہلاتے ہیں جو اس سوچ کے ساتھ چل رہے ہوتے ہیں۔ یہی اللہ کے نام کے ساتھ ہر کام کے شروع کرنے کا ادراک رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت اور رحیمیت کو اپنے کاموں کے انجام تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور جب ایک مومن کو اس بات کا ادراک حاصل ہو جاتا ہے تو اس بات کے علاوہ اس کے لئے کوئی اور راستہ نہیں ہوتا کہ اس شکرگزاری کا اظہار اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے کرے۔ اور حمد کے لئے بھی قرآن کریم نے ہی ہمیں صحیح طریق بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں ایک مومن کو واضح فرما دیا کہ جب تم میرے نام کے ساتھ کام شروع کرتے ہو اور میرے فضلوں کے نظارے دیکھتے ہو تو پھر یہ اعلان کرو۔ اپنی عبادتوں میں طاق ہو جاؤ اور وہاں سے یہ اعلان کرو پانچوں وقت کی نمازوں میں، اور نمازوں کی ہر رکعت میں اور نوافل میں اور دعاؤں میں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ:2) کہ سب تعریف اور حمد اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے میرے لئے یہ تمام سامان مہیا فرمائے۔ پس ایک مومن کو، ایک حقیقی شکرگزار کو، اللہ تعالیٰ کے ہر

قسم کے انعامات افضال جو خداتعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کے نتیجہ میں ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں اسے خداتعالیٰ کے حضور جھکنے والا بناتے ہیں۔ حقیقی حمد کا ادراک اس میں پیدا ہوتا ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ثنا اور شکر کی بجائے حمد کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو حمد سے شروع کیا ہے نہ کہ شکر اور مدح سے۔ کیونکہ لفظ حمد ان دونوں الفاظ کے مفہوم پر پوری طرح حاوی ہے اور وہ ان کا قائمقام ہوتا ہے۔ مگر اس میں اصلاح، آرائش اور زیبائش کا مفہوم ان سے زائد ہے''۔

(کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد 7۔ صفحہ 107۔ ترجمہ از عربی عبارت ۔تفسیرحضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ 76)

پس جب ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں تو یہ صرف سادہ شکرگزاری نہیں ہے بلکہ اس بات کا اقرار ہے کہ ایک تو اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سامان بہم پہنچائے پھر ہماری محنت یا کوشش جو بھی ہم نے کی اور جس حد تک کی اس کو نوازتے ہوئے ہماری دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اس کے پھل عطا فرمائے اور پھر صرف یہی نہیں کہ اس حد تک انعامات اور فضلوں سے نوازا جس قدر ہماری محنت اور دعا تھی بلکہ جہاں جہاں ہماری کوششوں میں کمیاں رہ گئیں، ہماری دعاؤں میں کمی رہ گئی، اس کی اصلاح کرتے ہوئے اس کے بہترین اور خوبصورت اور احسن ترین نتائج بھی پیدا فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری معمولی انسانوں کی شکرگزاری کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کی حمد کرتے ہوئے کہ ہماری پردہ پوشی فرمائی ہے کمیوں کو دور کیا اور نہ صرف یہ کہ پردہ پوشی فرمائی بلکہ خود ہی ان کی اصلاح کرتے ہوئے ان کوششوں کے معیار بھی بہتر کر دیئے اور اتنے بہتر کر دیئے کہ انسانی کوششوں سے وہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ پس جب ہم اس سوچ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کریں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو خوشخبری دیتا ہے کہ تم میری حمد اور شکرگزاری کی گہرائی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے، میرے شکرگزار بنتے ہوئے، جو اچھے نتائج تم نے حاصل کئے ہیں انہیں میری طرف منسوب کرتے ہوئے جب اپنی سوچوں کے دائرے اس طرح چلاتے ہو تو پھر ایسے لوگوں کو مَیں نوازتا ہوں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی حمد کا مضمون اللہ تعالیٰ کی قدرتوں، طاقتوں اور تمام صفات کا ادراک پیدا کرنے والا ہے جسے ہمیں سمجھنے کی اور ہر وقت سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کے بعد، اس کی حمد کے بعد، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دوسرے کا شکرگزار بننے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور یہ شکرگزاری بندوں کا حق ہے۔ ہر شخص جس نے ہمارے لئے کچھ بھی کیا ہو اس کا حق ہے کہ ہم اس کے شکرگزار بنیں اور یہی عبادالرحمٰن کا شیوہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ فرمایا ہے کہ بغیر حقوق العباد کی ادائیگی کے، حقوق اللہ کی ادائیگی کا بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ216۔ جدید ایڈیشن)

آنحضرت ﷺ جو شکر اور احسان کے بدلے اتارنے کے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں تک کوئی انسان پہنچ نہیں سکتا، آپؐ فرماتے ہیں کہ'' جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا''۔

(سنن الترمذی۔ کتاب البر والصلة باب ما جاء فی الشکر لمن احسن الیک ۔حدیث نمبر 1954)

آپ ﷺ تو جو کوئی معمولی سا بھی کام آپؐ کا کرتا تھا آپؐ کی خدمت کرتا تھا، بے انتہا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ یہ آپ کا جذبہ شکرگزاری ہی تھا جس کے تحت آپؐ نے انصارِ مدینہ کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے فتح مکہ کے بعد بھی مدینہ میں رہنے کا فیصلہ فرمایا اور مدینہ کو اپنا وطنِ ثانی قرار دیا اور روزمرہ کی زندگی میں آپؐ کے ان گنت واقعات ہیں جو آپؐ کی شکرگزاری کے جذبات کے تحت دوسروں کو نوازتے ہوئے ہمیں نظر آتے ہیں۔ پس یہ شکرگزاری کے جذبات کا اظہار بھی آپ ﷺ کا ایک عظیم اُسوہ ہے۔ اس کی ایک حقیقی مومن کو پیروی کرنی بہت ضروری ہے۔ ہر وقت اس کو اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ کے تمام کام بخیروخوبی اپنے انجام کو پہنچے اس کے لئے ہم جہاں سب سے بڑھ کر خداتعالیٰ کے شکرگزار ہیں وہاں ان سب کے بھی شکرگزار ہیں جنہوں نے تمام کاموں اور امور کی انجام دہی کے لئے دن رات ایک کی ہے۔ کئی کارکنان ہیں جنہوں نے جلسہ سے کئی دن پہلے تک، کئی کئی گھنٹے وقارِ عمل کیا اور حدیقۃ المہدی میں ایک عارضی شہر قائم کر دیا اور اب تک یہ وقارِ عمل چل رہے ہیں جب وہاں سے سب کچھ اٹھانا بھی ہے، سمیٹنا بھی ہے، صفائی بھی کرنی ہے۔ بے شک یہ مارکیز جو لگائی جاتی ہیں کمپنی والے خود ہی اپنی چیزیں اتار رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی وائینڈ اَپ کا بہت زیادہ کام ہوتا ہے جو کافی دن تک چلتا رہتا ہے۔ بہرحال یہ سب لوگ شکریہ کے مستحق ہیں۔

جلسہ میں شامل ہونے والے مہمانوں کو بھی، ان کارکنان کا بھی اور باقی تمام شعبوں کے کارکنوں کا بھی شکرگزار اور احسان مند ہونا چاہئے۔

جہاں تک غیر از جماعت مہمانوں کا تعلق ہے جو مختلف ممالک سے آئے ہوئے تھے وہ خاص طور پر مجھے شکریہ ادا کر کے گئے ہیں کہ ان کا بے حد خیال رکھا گیا۔ کھانا، پینا، رہائش، ٹرانسپورٹ غرض جو جو شعبہ بھی ان کی خدمت پر مامور تھا ان سب نے بلا استثناء تمام خدمت کرنے والوں کی بے انتہا تعریفیں کی ہیں۔ اور اس بات نے

ہمیشہ کی طرح انہیں متأثر بھی کیا ہے کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ کس طرح ہمہ وقت معمولی معمولی خدمت بھی انتہائی خوش دلی سے اور خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے تھے۔

اس سال جلسہ کی خوش کن بات یہ بھی ہے کہ بعض لوگ جو تنقید کے بڑے ماہر ہوتے ہیں اور کوئی نہ کوئی سقم یا کمی نکال لیتے ہیں۔ کیونکہ ہر کام میں مکمل طور پر پرفیکشن (Perfection) تو بہرحال نہیں ہوسکتی۔ بہرحال یہ اچھی بات ہے شعبہ جات کو اپنے کاموں میں بہتری کی طرف راہنمائی مل جاتی ہے۔ مَیں ان کی عادت یا نقائص کی نشاندہی پر اعتراض نہیں کر رہا جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اچھی بات ہے راہنمائی ہو جاتی ہے اور عادت کا بھی جو لفظ مَیں نے استعمال کیا ہے اس لئے بھی کیا ہے کہ بعض لوگ عادتاً بھی اعتراض کر رہے ہوتے ہیں کہ چھٹا پھینک دیتے ہیں۔ جیسے فصل کا چھٹا پھینکا جاتا ہے، یہ بھی چھٹا پھینک دیتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی اعتراض تو ٹھیک ہو جائے گا۔ تو ان کی عادت بھی انتظامیہ کو فائدہ دیتی ہے۔ بہرحال مَیں یہ کہہ رہا تھا کہ اس سال میرے پاس ابھی تک نقائص کی نشاندہی کرنے والوں کے جو خطوط آئے ہیں انہوں نے بھی انتظامات کی تعریف کی ہے۔ اور یہی لکھا ہے کہ ہر شعبہ میں جس حد تک بہتری پیدا کرنے کی کوشش ہوسکتی تھی یہ کوشش نظر آئی ہے بلکہ بعض جو لوگوں کے اِدھر اُدھر پھرنے اور گپوں میں وقت گزارنے کا شکوہ کیا کرتے تھے انہوں نے بھی لکھا ہے کہ اس دفعہ شاملینِ جلسہ کی جلسہ کے پروگراموں میں شمولیت اور سنجیدگی میں بہت بہتری نظر آئی اور بہت توجہ نظر آئی۔ اسی طرح عبادت، دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کی طرف بھی توجہ نظر آئی ہے۔ اس لئے شاملینِ جلسہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بھی اس جلسہ میں اپنے اُس مقصد کو بھی جس کے لئے وہ آئے تھے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہی جلسہ کا مقصد ہے جیسا کہ مَیں نے کہا ہے اور ان کو کرنا چاہئے تھا۔ اللہ کرے یہ جو تبدیلی لوگوں میں نظر آئی ہے دائمی تبدیلی ہو۔

پھر جماعت احمدیہ عالمگیر کے مختلف ممالک میں بسنے والے احمدی جو عموماً UK کے جلسہ کے انتظار میں بھی ہوتے ہیں اور بڑے غور سے اسے دیکھتے اور سنتے بھی ہیں اور احمدیوں کو جو خاص طور پر UK اور جرمنی کے جلسے کا انتظار بھی ہوتا ہے۔ یہ جلسے کا دیکھنا اور سننا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی اے کے ذریعے سے آسان ہوا ہے ورنہ پاکستان کی جماعتوں میں تو جلسہ نہ ہونے کی وجہ سے محرومی کا احساس بہت بڑھ گیا تھا۔ بہرحال جب ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا جلسے کی کارروائی کو دیکھتی ہے اور سنتی ہے تو ایم ٹی اے کو شکریہ اور تعریف کے بے شمار خطوط اور ای میلز وغیرہ آتے ہیں۔ ایم ٹی اے کی انتظامیہ نے بتایا کہ اس سال میں اتنی زیادہ تعداد میں آئے ہیں اور ر ویسے تو ہر سال ہی آتے ہیں لیکن اس سال تعداد بڑھی ہے کہ جواب دینا ممکن نہیں۔ بہرحال ان سب کا شکریہ جنہوں نے ایم ٹی اے کے کارکنوں کی کوششوں کو سراہا ہے۔ ایم ٹی اے کو براہ راست پیغامات کے علاوہ مجھے بھی بہت سے لوگ مبارکباد اور شکریہ کے خط لکھتے ہیں جن میں خاص طور پر ایم ٹی اے کے کارکنان کا ذکر بھی ہوتا ہے کہ ہمارا ان تک سلام بھی اور شکریہ کا پیغام بھی پہنچا دینا۔ ماشاء اللہ یہ کارکنان جو کام کرنے والے ہیں ایم ٹی اے میں جن کی اکثریت volunteers کے طور پر کام کرتے ہیں۔ اور سال ہا سال سے مستقل مزاجی سے کام کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ سب شکریہ کے مستحق ہیں۔ مَیں جماعت کی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یہاں UK میں ایم ٹی اے انٹرنیشنل میں کام کرنے والے ہیں ان کے علاوہ بھی دنیا کے بڑے ممالک میں ایم ٹی اے کے volunteers کام کر رہے ہیں، ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ جماعت کی ویب سائٹ ہے alislam.org کے نام سے جانی جاتی ہے۔ یہ بھی جلسہ کے پروگراموں کو دکھانے میں بہت کردار ادا کر رہی ہے۔ اس میں بھی بے شمار volunteers کام کر رہے ہیں۔ اور کئی کئی گھنٹے وقت دیتے ہیں۔ امریکہ سے اس کا انتظام ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ صاحب اس کے انچارج ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس سال اتنا زیادہ لوگوں نے اس کو استعمال کیا کہ اس کی سروس متاثر ہو رہی تھی اور رک رک کر لوگ دیکھ رہے تھے اور بہت زیادہ شکوے کے پیغام آئے کہ اس کی مزید بہتری کی طرف توجہ دیں۔ بہرحال یہ تو ایک محدود تعداد کے لئے ہوتا ہے لیکن اس سال بہت کثیر تعداد میں اس کو استعمال کیا ہے۔ alislam.org کی جو ٹیم ہے اس کو بھی اب سوچنا چاہئے کہ کس طرح اس کا معیار مزید بہتر کیا جاسکے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ جب وِزٹ کرتے ہیں تو فائدہ اٹھائیں۔

اس سال سیکورٹی کے حوالے سے بھی بعض فکریں تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اور محض اپنے فضل سے دُور فرمایا اور صرف خیالی فکریں نہیں تھیں یا پاکستان کے واقعہ کی وجہ سے ڈر اور خوف نہیں تھا بلکہ حقیقی فکر تھی۔ ایک واقعہ ایسا ہوا بھی کہ شواہد بتاتے ہیں کہ جو بھی تھے نیت بد تھی۔ لیکن سیکورٹی کے کارکنان کے چوکس رہنے اور بروقت انتظام نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر شر سے محفوظ رکھا۔ اس لحاظ سے تمام سیکورٹی کے انتظامات اور یہ شعبہ جو اس سال تقسیم کار کے لحاظ سے بھی مزید وسیع کیا گیا تھا یہ سب لوگ جو ہیں شکریہ کے مستحق ہیں۔ بعض کارکنان نے تو شاید مشکل سے دو تین گھنٹے ہی آرام کیا ہو

گا اور باقی وقت اپنی ڈیوٹیوں پر رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے حفاظت اور خدمتِ خلق کے شعبے کی عمومی رنگ میں بہترین کارکردگی رہی ہے۔ لیکن ایک دو ایسے واقعات ہوئے ہیں جن میں حفاظت اور خدمتِ خلق کے کارکنان سے غلط فہمی کی وجہ سے بعض لوگوں کو تکلیف بھی پہنچی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ یہ غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے، جس کے لئے ایک دو فیملیوں کو جن کو تکلیف پہنچی ہے ان سے معذرت ہے۔ لیکن جس پریشر کے تحت، جس دباؤ کے تحت یہ کارکنان کام کر رہے تھے اور بعض کو جیسا کہ مَیں نے کہا آرام کا وقت ہی نہیں ملا تھا۔ ان حالات میں ایسے معمولی واقعات ہو جاتے ہیں اس لئے میری درخواست ہے کہ جن سے یہ زیادتی ہوئی ہے وہ ان کارکنان کو معاف کر دیں اور دل میں کوئی رنجش نہ لائیں۔ بہرحال عمومی طور پر ڈیوٹی دینے والے غیر معمولی چوکس رہے ہیں اور بڑی گہری نظر سے ہر طرف نظر رکھ کر کام کیا ہے اور میری توقعات سے بڑھ کر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ جو خدام یہاں UK کے جلسہ پر ڈیوٹیاں دیتے ہیں، ان میں مستقل ڈیوٹیاں دینے والے بھی ہیں۔ یہ جلسہ کے صرف چند نہیں بلکہ گزشتہ چھبیس سال سے ڈیوٹیاں دیتے چلے جا رہے ہیں۔ اس حوالے سے بھی مَیں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ خاص طور پر مسجد فضل میں مستقل ایک جذبے سے چوبیس گھنٹے ڈیوٹی دینے والے ہیں اپنے کام کا حرج کر کے وقت دے رہے ہیں خاص طور پر مسجد فضل کے حلقے کے لوگ۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا دے۔

اس دفعہ حفاظت کے حوالے سے بھی ذمہ داری کے عجیب عجیب نظارے دیکھنے میں آئے ہیں۔ ایک لجنہ کی عہدیدار نے مجھے لکھا کہ وہ اپنی ساتھیوں کے ساتھ مارکیٹ کی طرف گئیں کیونکہ بیچ میں سے گئیں تھیں باہر سے نہیں گزر رہیں تھیں اس لئے چیکنگ کا خیال نہیں تھا انہوں نے ویسے بھی بیج لگایا ہوا تھا، لیکن وہاں سے نکلتے ہوئے ایک خادم نے کہا کہ آپ اپنے بیگ چیک کروائیں۔ لجنہ کی عہدیداران کہتی ہیں ہم نے انہیں بہت کہا کہ ہمارے بیج لگا ہوا ہے کہ ہم ڈیوٹی پہ ہیں، اندر سے آ رہی ہیں اور اندر دوبارہ واپس جا رہی ہیں، باہر نہیں نکلیں۔ لیکن اس نے کہا کہ بیگ وغیرہ چیک کئے بغیر مَیں تو آپ کو نہیں جانے دوں گا۔ کہتی ہیں ہم نے پوچھا آپ کو یہ چیکنگ کے لئے کس نے کہا ہے؟ مقصد یہ تھا کہ کوئی علیحدہ سے خاص ہدایت آئی ہے۔ اس نے سادہ سا جواب دیا، اس نے میرا حوالہ دیا کہ خطبہ میں حضور نے کہا کہ سکیورٹی والے بھی اگر باہر نکلتے ہیں تو ان کو بھی چیک کرنا ہے۔ اس لئے میرے لئے تو یہی ہدایت کافی ہے۔ اس لئے مَیں تو آپ کو چیک کئے بغیر نہیں جانے دوں گا۔ چاہے افسر میرا کہتا ہے یا نہیں کہتا۔ تو یہ ڈیوٹی والوں کا جذبہ تھا۔ اس سے مجھے وہ واقعہ بھی یاد آ گیا۔ ایک دفعہ قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وقت کی بات ہے احرار نے جب شرارت کرنے کا ارادہ کیا اور کافی زیادہ خطرہ بھی تھا تو بہشتی مقبرہ کے لئے حفاظت کے لئے آپ نے خاص طور پر ڈیوٹیاں لگائیں۔ ہر ایک کو خاص کوڈ بتایا کہ اس کے بغیر تم نے کسی کو اندر نہیں داخل ہونے دینا۔ چیک کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک دفعہ رات کو خود گئے تو ڈیوٹی والوں نے روک لیا، انہوں نے اپنا نام لیا۔ اس نے کہا حضور! مَیں نے آپ کو پہچان تو لیا ہے لیکن مجھے آپ کا حکم ہے کہ کوڈ کے بغیر جانے نہیں دینا۔ اس لئے آپ نہیں جا سکتے۔ تو حضرت خلیفہ ثانیؓ نے اس کی بڑی تعریف کی۔ بڑا لمبا واقعہ ہے۔ بہرحال اگر خلیفۂ وقت کی ہدایت پر خلیفۂ وقت کو خود روکا جا سکتا ہے تو عہدیداران کا روکنا کوئی ایسی بات نہیں۔

بعض نئے انتظامات ہوں تو اندازے صحیح نہیں ہوتے اور اندازے میں کمیاں بھی رہ جاتی ہیں۔ اس دفعہ بھی جلسہ گاہ میں داخلے کے گیٹ سکینر کی وجہ سے محدود تھے اس لئے خاص طور پر عورتوں کو لمبے عرصہ کے لئے انتظار کرنا پڑا جس کا ذکر مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بھی کیا تھا۔ بعض ڈیوٹی والی خواتین نے مجھے لکھا کہ رش اور لمبے انتظار کی وجہ سے عورتوں اور چھوٹے بچوں کو دو اڑھائی گھنٹے تک اور سایہ دار جگہ کی کمی ہونے کی وجہ سے دھوپ میں کھڑا ہونا پڑا۔ لیکن عورتیں اپنے بچوں کے ساتھ بڑے صبر اور تحمل سے اتنا لمبا عرصہ اپنی باری کا انتظار کرتی رہیں۔ اور کیو (queue) میں (لائن میں) لگی رہیں۔ ذرا بھی بے صبری اور ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ بچے بھی بڑی تکلیف میں تھے لیکن بڑے حوصلے سے انہیں بہلاتی رہیں۔ ایک کارکنہ لکھتی ہیں کہ ان ماؤں اور بچوں کی حالت دیکھ کر مجھے رونا آ رہا تھا۔ اس لئے بھی کہ یہ بچوں سمیت تکلیف میں ہیں اور اس لئے بھی کہ یہ وہ احمدی مائیں ہیں اور یہ بچے ہیں جو جلسہ سننے کے لئے آئے ہیں۔ اور صرف اس لئے اتنے صبر اور حوصلے کا مظاہرہ یہ عورتیں کر رہی ہیں کہ ان کا یہاں آنا دینی غرض سے ہے۔ بہرحال بعض کارکنات ان کی یہ حالت دیکھ کر روتی تو رہیں لیکن کچھ کر نہیں سکتی تھیں کیونکہ اپنے فرائض کی ادائیگی بھی ضروری تھی۔ گو بعد میں انتظام بہتر کر دیا گیا اور پہلے دن والا واقعہ دوبارہ نہیں ہوا۔ جمعہ کی وقتی تکلیف ہوئی تھی۔ انتظامیہ خاص طور پر چھوٹے بچوں والی ماؤں سے معذرت بھی کر رہی ہے اور ان کی شکرگزار بھی ہے۔ اس بات نے ان احمدی عورتوں کے صبر اور حوصلے کا اظہار بھی کروا دیا اور بتا دیا کہ آج تک یہ صبر ہم میں قائم ہے کیونکہ اگر ان عورتوں کی وجہ سے ذرا بھی بے صبری کا اظہار ہوتا تو وہ داخلے کا جو نظام تھا، تمام نظام درہم برہم ہو جانا تھا۔ اس کی کامیابی یقیناً شامل ہونے والوں کے تعاون کی وجہ سے ہے۔ اس کے لئے

پھر وہی خدا تعالیٰ کی حمد کا مضمون چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی دلوں میں اس بات کو قائم رکھتا ہے کہ جماعت کے لئے تم نے قربانی دینی ہے۔ غیراز جماعت مہمانوں نے بھی خاص طور پر اس بات کو نوٹ کیا ہے کہ ایسا پُرسکون queue لگا ہوا تھا جو عجیب نظارہ پیش کرتا تھا۔

اسی طرح باقی شعبہ جات میں بھی اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت کے نظارے دیکھے۔ ٹرانسپورٹ کا شعبہ گزشتہ سال بھی اچھا انتظام تھا لیکن اس سال پہلے سے بہتر ہوا۔ لنگر خانے کا شعبہ ہے۔ کھانا کھلانے کا شعبہ، کھانا پکانے اور کھلانے کے بہترین انتظامات تھے۔ دوسرے تمام شعبہ جات بھی، گویا تمام شعبے جو ہیں شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان اور اخلاص میں مزید بڑھائے۔ (آمین۔)

پولیس نے بھی جلسہ کے بعد ہماری انتظامیہ سے یہی کہا ہے کہ غیر معمولی سکون کے ساتھ تمام کام ہوئے ہیں جو ہمارے لئے بھی نمونہ ہیں۔ اسی طرح حکومت کے محکمہ ہیلتھ اینڈ سیفٹی نے گزشتہ سال اپنے قواعد کی وجہ سے کچھ پابندیاں لگائیں تھیں اس سال نہ صرف یہ کہ گزشتہ کمیاں دور ہوئی ہیں بلکہ محکمہ ہیلتھ اینڈ سیفٹی نے انتظامیہ کو کہا کہ آپ کا کام اتنا مثالی تھا کہ ہم اپنے محکمہ کی جو مجموعی رپورٹ چھپتی ہے اس میں اس کی مثال دوسروں کے لئے بھی پیش کریں گے۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں ورنہ یہ ہماری کوششیں نہیں جو تمام متعلقہ لوگوں کے رُخ بھی ہماری طرف کر دیں۔ پس ہماری نظر تو ہمیشہ کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف ہی ہے اور ہونی چاہئے اور اس کی ہم حمد کرتے ہیں جو اپنے فضلوں سے ہمارے کاموں کی پردہ پوشی بھی فرماتا ہے اور بہتر نتائج بھی پیدا فرماتا ہے۔ اور دشمن کے منصوبوں کو بھی خاک میں ملاتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے شکرگزار ہیں کہ اس نے اپنا خاص ہاتھ رکھتے ہوئے اور نصرت فرماتے ہوئے تمام شعبہ جات کے کارکنان کو اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا کہ شاملین نے بھی اور ایم ٹی اے کے ذریعہ دیکھنے والوں نے بھی جلسے پر اللہ تعالیٰ کے افضال کی بارش ہوتے دیکھی جس کا اظہار خطوط میں ہو رہا ہے۔ اللہ ہم پر اپنے فضلوں کو ہمیشہ بڑھاتا چلا جائے۔ (آمین) اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم پر جو حسنِ ظن فرمایا ہے اس پر ہم پورا اترنے کی کوشش کرنے والے ہمیشہ بنے رہیں۔ (آمین)

آپؑ فرماتے ہیں کہ: ”جو کچھ ترقی اور تبدیلی ہماری جماعت میں پائی جاتی ہے وہ زمانے بھر میں اس وقت کسی دوسرے میں نہیں“۔

پس ترقی اور تبدیلی میں ہم نے قدم آگے بڑھانا ہے انشاء اللہ اور اللہ تعالیٰ کی حقیقی حمد کرنے والا بننا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہمیشہ ہم پر پہلے سے بڑھ کر نازل ہوتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آج ایک افسوسناک خبر بھی ہے۔ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب جو ہمارے مصری احمدی تھے کل ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ان کی نمازِ جنازہ تو انشاء اللہ غالباً سوموار کے دن پڑھائی جائے گی۔ لیکن ان کے بعض کوائف پیش کرتا ہوں۔ ان کی فروری 1936ء میں مصر میں پیدائش ہوئی۔ اس لحاظ سے تقریباً 74 سال عمر بنتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ 1971ء سے کینیڈا میں تھے۔ 1955ء میں ان کی بیعت ہوئی تھی۔ بیعت کی کافی لمبی تفصیلات ہیں۔ الفضل میں طاہر ندیم صاحب جو عرب احمدیوں کا تعارف کروا رہے ہے اس میں ان کے بارہ میں بھی لکھا ہے۔ ان کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔ پہلی اہلیہ ان کی وفات پا گئیں تھیں پھر انہوں نے دوسری شادی کی ہے۔ یہ مختلف آئل کمپنیوں میں کام کرتے رہے ہیں۔ ان کے پاس جماعتی عہدے بھی تھے۔ کینیڈا میں نیشنل سیکرٹری تبلیغ رہے ہیں اور 85ء میں یہاں پر انٹرنیشنل کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے۔ یہ جماعتی خدمات کا ایک خاص جوش اور ولولہ رکھتے تھے۔ عربوں کے لئے آڈیو کیسیٹ تیار کرتے رہے۔ ایم ٹی اے کے لئے بہت سارا مواد انہوں نے تیار کیا ہوا ہے۔ ان کے کئی پروگرام آ چکے ہیں۔ مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ انہوں نے اپنی بہت ساری بڑی بڑی رقمیں جماعت کے لئے پیش کیں۔ ان کے بارہ میں ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے یہ فرمایا تھا کہ مَیں نے ایک دفعہ حساب کیا یہ اپنی آمد کا ستر (70) فیصد چندوں میں ادا کر دیا کرتے تھے۔ بہت زیادہ مالی قربانی کرنے والے تھے۔ پرنٹنگ پریس لگانے کے لئے انہوں نے مرکز میں خرچ کیا اور مصر میں دارالتبلیغ میں بھی اور کئی کتب انہوں نے تصنیف کی ہیں۔ محکمۃ الفکر عربی کی کتاب ہے۔ اجوبۃ عن الایمان، الاسلام الدین الحی، معجزہ الفلکیۃ، السیرۃ المطھرہ، دلائل صدق الانبیاء“ اور اسی طرح حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحبؓ کی ایک کتاب ہے حضرت خلیفہ الاوّلؓ نور دین۔ اس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی کتاب "Revelation, Rationality, Know;edge & Truth" کا ترجمہ کیا۔ انہوں نے Five Volume کی کمنٹری کی پہلی جلد کا بھی ترجمہ کیا 2003ء میں مجھے یاد ہے مسودہ میرے پاس لے کر آئے اور اس وقت کافی بیمار تھے اور کہا کہ مجھے اتنی توفیق مل جائے کہ یہ مکمل ہو جائے اور اس کی اشاعت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو توفیق دی اور غالباً چار یا پانچ ماہ ہوئے کہ یہ

شائع بھی ہوگئی ہے۔ اسی طرح دیباچہ تفسیر القرآن کا ترجمہ انہوں نے کیا، گو دوسرے ساتھی بھی ان کے ساتھ شامل ہوئے۔ جلسوں پر اچھی تقریریں کیا کرتے تھے۔ ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ مَیں نے ان کو پہلی دفعہ 1984ء میں غالباً گھانا میں دیکھا۔ یہ 84ء میں خلیفہ المسیح الرابعؒ کے کہنے پر گھانا گئے تھے۔ گھانا میں اس وقت بعض غیر احمدیوں کا خیال تھا کہ عرب مسلمان جو ہیں وہ احمدی نہیں ہوتے تو اس وقت حضرت خلیفہ المسیح الرابعؒ نے ان کو بھجوایا تھا کہ جائیں اور وہاں ان مسلمانوں میں جہاں عربوں کا زیادہ رسوخ ہے احمدیت کی تبلیغ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو وہاں کافی موقع ملا اور اس کے بعد 84ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ہجرت کی تو یہ بھی یہاں آ گئے تھے تو انہوں نے اشاعت تصنیف کا کام بہت کیا اور کچھ تھوڑا سا ابتلا میں سے بھی گزرنا پڑا لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے انتہائی اخلاص و وفا انہوں نے دکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پھر بہت اجر عطا فرمایا۔ اب جب گزشتہ سات آٹھ مہینے سے زیادہ بیمار ہوئے تو مجھے لکھتے رہے کہ مَیں یہاں آنا چاہتا ہوں۔ جتنا وقت ہے وہ یہاں آپ کے قریب گزارنا چاہتا ہوں تو مَیں نے کہا یہیں آ جائیں تو یہاں تشریف لے آئے۔ گیسٹ ہاؤس میں جس دن آئے ہیں کافی بیمار تھے مجھے پتہ لگا تو مَیں نے کہا کہ جا کے مَیں پتہ کرتا ہوں لیکن ان کو کسی طرح پتہ چل گیا کہ مَیں آ رہا ہوں تو بڑی تیزی سے یہ اپنے کمرے سے نکلے ہیں اور میرے دفتر پہنچ گئے۔ مَیں نے ان سے پوچھا بھی کہ مَیں خود آ رہا تھا۔ تو انہوں نے کہا نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ مَیں آیا ہوں، مَیں نے خود ملنے آنا تھا۔ اب وہ یہیں تھے۔ چند دن پہلے زیادہ بیمار ہوئے ہیں تو ہسپتال داخل ہوئے ہیں اور پھر بیماری بڑھتی چلی گئی جو جان لیوا ثابت ہوئی۔ عربی کے جو پروگرام تھے ''الحوار المباشر'' اس میں ان کا بڑا کردار رہا ہے اور کسرِ صلیب کے لئے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہونے کا حقیقی حق ادا کیا ہے۔ بائبل کا گہرا علم رکھتے تھے اس وجہ سے بڑے بڑے پادری بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ کینسر کی بیماری تھی جو بڑے صبر سے انہوں نے گزاری ہے اور جب تک انتہا نہیں ہوگئی اس وقت تک خدمت کرتے رہے ہیں اور اپنے ساتھیوں پر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا کہ بیماری کتنی شدید ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ انشاء اللہ تعالیٰ جیسا کہ مَیں نے کہا غالب خیال یہی ہے کہ سوموار کو ان کا جنازہ ہوگا۔ ان کے بچوں بیٹے اور بیٹی نے آنا ہے۔

☆......☆......☆......☆

قرآنِ کریم کی جامع ترین آیت

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ۚ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ O

(النحل:91)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر مفسر قرآن صحابی کا یہ تبصرہ کوئی معمولی اہمیت کا حامل نہیں ہے بلکہ قرآن کریم پر ان کے عمر بھر کے فکر و تدبر کا ثمرہ ہے۔ بالفاظ دیگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہماری توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرواتے ہیں کہ یہ آیت قرآن کریم میں بیان فرمودہ تمام مضامین سے تعلق رکھتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی یہ آیت ایک خاص شان کی حامل تھی۔ چنانچہ جمعہ کے خطبہ ثانیہ میں اس آیت کی باقاعدہ تلاوت کا رواج حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے شروع ہوا۔ اس پہلو سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بعد کے تمام مسلمانوں پر یہ ایک بہت بڑا احسان ہے۔ اس آیت کریمہ نے مومنوں پر جو گہرا اثر چھوڑا یہ اس کی دو ایسی مثالیں ہیں جو میں نے اپنا نقطۂ نظر مزید واضح کرنے کیلئے دی ہیں تاہم اس آیت کے اثرات مسلمانوں پر ہی دکھائی نہیں دیتے بلکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض شدید معاندین بھی اس آیت کی عظمت سے حیرت انگیز طور پر متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ قریش مکہ کے ایک سردار ولید نے جب یہ آیت سنی تو اس نے کہا کہ:

''واہ واہ کیسی آیت ہے، کیسی رونق ہے اس کے منہ پر اور کیسی بہار ہے۔''

اس آیت کے تناظر میں نظام عدل، تخلیق کائنات میں ایسی وسعت اور خوبصورتی سے کارفرما دکھائی دیتا ہے کہ جس کے اطلاق سے گویا ایک اور جہانِ معنی جنم لیتا ہے۔ جس کے بعد اس سے بھی بڑے درجے یعنی نظام حسن و احسان کا راستہ نکلتا ہے اور اسی نظامِ حسن و احسان سے ایتاءِ ذی القربیٰ کی عظیم منازل کی طرف راہیں نکلتی ہیں۔

(عدل، احسان اور ایتاء ذی القربیٰ تین بنیادی تخلیقی اصول، صفحہ 7)

پیغام حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بنام جماعت احمدیہ امریکہ برموقعہ جلسہ سالانہ امریکہ 2010

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمO

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریمؐ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصر

پیارے احبابِ جماعت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ کہ جماعت احمدیہ امریکہ کا جلسہ سالانہ 16 جولائی سے شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب بنائے اور جلسہ میں شامل ہونے والے سب احبابِ جماعت کو اسکی روحانی اور علمی برکات سے پوری طرح فیض یاب ہونے کی توفیق بخشے۔ اس جلسہ پر آپ سب کیلئے میرا یہ پیغام ہے کہ آپ اپنے ملک میں احمدیت کا تعارف ہر طبقہ کے لوگوں کو کروائیں۔ یہ ایک اہم فریضہ ہے جسکی طرف ہر احمدی کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ایک کثیر تعداد ابھی احمدیت سے بے خبر ہے اور جن لوگوں کو علم ہے ان کو بھی مخالفین کی طرف سے بے بنیاد معلومات پہنچائی جاتی ہیں اور وہ جماعت کے صحیح عقائد سے لاعلم ہیں۔ اس لئے آپ کو یہ جہاد کرنا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک احمدیت کا پیغام پہنچائیں۔ اسلام احمدیت کا پوری طرح تعارف کرائیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی شدید خواہش تھی کہ آپ کا پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ جائے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اگرچہ اپنے فرض کا ایک حصہ بذریعہ تحریروں کے ہم نے پورا کر دیا ہے مگر تاہم ایک بڑا ضروری حصہ باقی ہے کہ عوام الناس کے کانوں تک ایک دفعہ خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا جاوے کیونکہ عوام الناس میں ایک بڑا حصہ ایسے لوگوں کا ہوتا ہے جو کہ تعصب اور تکبر وغیرہ سے خالی ہوتے ہیں اور محض مولویوں کے کہنے سننے سے وہ حق سے محروم رہتے ہیں۔ جو کچھ یہ مولوی کہہ دیتے ہیں اُسے اٰمَنَّا وَصَدَّقنا کہہ کر مان لیتے ہیں۔ ہماری طرف کی باتوں اور دعووں اور دلیلوں سے محض ناآشنا ہوتے ہیں اس لئے ارادہ ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں جا کر بذریعہ تقریر کے لوگوں پر اتمامِ حُجّت کی جاوے اور ان کو بتلایا جاوے کہ ہمارے مامور ہونے کی غرض کیا ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں۔''

(ملفوظات جلد 6 صفحات 313,312)

پس حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے ہر احمدی کا یہ اوّلین فرض ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول میں احمدیت حقیقی اسلام کی تبلیغ کرے۔ اپنے رشتہ داروں سے شروع کریں۔ پھر اپنے ہمسایوں، اپنے محلے اور گلی کوچے میں لوگوں سے تعلقات بڑھائیں اور ان کو احمدیت کے بارہ میں بتائیں۔ ان کو بتائیں کہ وہ موعود جس کا ہر مذہب کے ماننے والے انتظار کر رہے تھے وہ آچکا ہے اور اُس نے اسلام کا حقیقی اور اصلی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اُسکی یہ

تعلیمات ہیں۔ اسلام ایک پُر امن مذہب ہے۔ سارے مذاہب اور بانیانِ مذاہب کا احترام کرتا ہے۔ پس اسطرح لوگوں کو بتائیں۔ میں نے دنیا کے ممالک کے امراء کو ہدایت کی تھی کہ وہ ایک خوبصورت دو ورقہ پمفلٹ تیار کریں اور اسکو اپنے ملک میں تقسیم کریں۔ اس کے ذریعہ دنیا کی اکثریت تک احمدیت کا پیغام پہنچایا جا سکتا ہے۔ امید ہے کہ آپ اس پر کام کر رہے ہوں گے۔ اس میں مزید تیزی پیدا کریں اور حکمت کے ساتھ اس کو آگے بڑھائیں۔ اللہ آپ کو اسکی توفیق دے۔

تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد آپ کا یہ کام ہے کہ لوگوں کی ہدایت کیلئے دعا کریں کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور وہی مقلب القلوب ہے اُس کے فضل کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اور خدا کے فضل کو جذب کرنے کیلئے دُعا سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں۔ پھر دعاؤں کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ دشمن جماعت کے خلاف بڑا کھل کر سامنے آیا ہے اور اس کے ارادے بڑے خطرناک ہیں۔ ان پر فتح پانے کیلئے دعا ہی ایک آسمانی حربہ ہے۔ ہم نہ تلوار سے جیت سکتے ہیں نہ کسی اور قوت سے۔ ہمارا ہتھیار صرف دعا ہی ہے۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''میں دیکھتا ہوں کہ یہ زمانہ اس قسم کا آ گیا ہے کہ انصاف اور دیانت سے کام نہیں لیا جاتا اور بہت ہی تھوڑے لوگ ہیں جن کے واسطے دلائل مفید ہو سکتے ہیں ورنہ دلائل کی پرواہ ہی نہیں کی جاتی اور قلم کام نہیں دیتا۔۔۔۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ دعا سے آخری فتح ہوگی اور انبیاء علیہم السلام کا یہی طرز رہا ہے کہ جب دلائل اور حُجج کام نہیں دیتے تو ان کا آخری حربہ دعا ہی ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا و استفتحوا و خاب کل جبّار عنید۔ یعنی جب ایسا وقت آ جاتا ہے کہ انبیاء اور رُسل کی بات لوگ نہیں مانتے تو پھر دعا کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے مخالف متکبر و سرکش آخر نامراد اور ناکام ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی مسیح موعودؑ کے متعلق جو یہ آیا ہے وَنُفِخَ فِی الصُّور و جمعنا ھم جمعًا۔ اس سے بھی مسیح موعود کی دعاؤں کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ نزول از آسمان کے یہی معنے ہیں کہ جب کوئی امر آسمان سے پیدا ہوتا ہے تو کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اُسے ردّ نہیں کر سکتا۔ آخری زمانہ میں شیطان کی ذرّیت بہت جمع ہو جائے گی کیونکہ وہ شیطان کا آخری جنگ ہے مگر مسیح موعودؑ کی دعائیں اسکو ہلاک کر دیں گی۔

(ملفوظات جلد 6 صفحات 323,324)

نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''مجھے اس زمانہ کو فتح کرنے کیلئے آسمان سے دعا کا ہتھیار دیا گیا ہے پس اے دوستو! تم اس ہتھیار کے علاوہ ہرگز کامیاب نہ ہو گے۔ شروع سے لے کر آخر تک تمام نبیوں نے اسی ہتھیار کی خبر دی ہے اور کہا ہے کہ مسیح موعود اللہ تعالیٰ کے حضور دعا اور تضرّع سے فتح یاب ہوگا۔''

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 82 ترجمہ از عربی)

پس تبلیغ کے ساتھ ساتھ دعاؤں پر زور دیں۔ نمازوں کے سجدوں میں دعائیں کریں۔ چلتے پھرتے دعائیں کریں جو بلی کی دعائیں میں نے بتائی تھیں وہ التزام کے ساتھ کریں۔ پھر رَبِّ کُلُّ شیءٍ خادمک ربّ فاحفظنی و انصرنی کی دُعا کو حضرت مسیح موعودؑ نے اسم اعظم قرار دیا ہے۔ اس کا بھی وِرد کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آپ کی تائید و نصرت فرمائے۔ اللہ آپ سب کو اپنے فرائض تقویٰ کے ساتھ سرانجام دینے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اللہ آپ کو حضرت اقدس محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو پورے عالم پر لہرانے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام

خاکسار

دستخط (حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

مہر۔ خلیفۃ المسیح الخامس

ہمارا خوشیوں سے بھرپور جلسہ سالانہ

طاہر محمود احمد مربی سلسلہ احمدیہ نظارت اشاعت ربوہ

ہمارا خوشیوں سے بھرپور یہ جلسہ سالانہ ہے — خدا کے فضلوں کا ظہور یہ جلسہ سالانہ ہے

ہمیشہ منتظر رہتے ہیں دل جلسہ میں شرکت کے — مناظر جھومتے رہتے ہیں آپس کی محبت کے

بہارِ زندگانی میں سماں کتنا سہانا ہے — ہمارا خوشیوں سے بھرپور یہ جلسہ سالانہ ہے

بڑے چھوٹے سبھی صبح و مسا مستی میں رہتے ہیں — دَر و دیوار جھومیں، بے خودی میں سارے کہتے ہیں

پیئے ہیں جام اُلفت کے محبت کا میخانہ ہے — ہمارا خوشیوں سے بھرپور یہ جلسہ سالانہ ہے

ستاروں میں ہو جیسے چاند، یوں حضور بیٹھے ہیں — سجا کر نور کی محفل سراپا نور بیٹھے ہیں

اِسی دیدار کی خاطر ہمارا آنا جانا ہے — ہمارا خوشیوں سے بھرپور یہ جلسہ سالانہ ہے

خدا کے نور سے معمور جب دیکھیں رُخِ زیبا — دلوں کی عید ہو جائے سفر رُک جائے لمحوں کا

نظارو! دل کو بہلاؤ یہ موسم عاشقانہ ہے — ہمارا خوشیوں سے بھرپور یہ جلسہ سالانہ ہے

بہت ہی رُوح پروَر ہوتا ہے ماحول رُوحانی — ہمیشہ یاد رہتی ہے سبھی کو رُت یہ مستانی

گھروں کو لَوٹ کر سب کو زمانہ یاد آنا ہے — ہمارا خوشیوں سے بھرپور یہ جلسہ سالانہ ہے

گھٹائیں فضل باری کی رہیں سایہ فگن ہم پر — قیامت تک رہے قائم خلافت کا حسیں منظر

بغیر اِس کے ہے کیا جینا؟ یہی بس ہم نے جانا ہے — ہمارا خوشیوں سے بھرپور یہ جلسہ سالانہ ہے

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عطاء المجیب راشد، امام مسجد لندن، تقریر برموقع جلسہ سالانہ برطانیہ 2010

ابتدائیہ

سامعین کرام! میری خوش بختی اور سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی عنایت سے آج اس عاجز کو بانی جماعت احمدیہ، سیّدنا حضرت مسیح موعود و امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کے اس پہلو پر خطاب کا موقع مل رہا ہے جس کا تعلق آپ کے بے پایاں اور فقید المثال عشقِ رسولِ عربی ﷺ سے ہے۔ یہ عشقِ رسولِ مقبول ﷺ آپ کی روح کی غذا تھا۔ اسی سے آپ کی ذات کا خمیر اٹھایا گیا اور اسی میں ہر دم فنا رہتے ہوئے آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ بسر ہوا۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آقا و مطاع خاتم الانبیاء، محبوب خدا محمد مصطفےٰ ﷺ سے ایسا عشق و محبت تھا جس کو الفاظ میں بیان کرنے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ عشق و فدائیت کے انداز اور محبت رسول کی ادائیں اتنی وسیع اور اتنی متنوع ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ مختصر الفاظ میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ عشق رسول آپ کی جان تھی اور آپ کا سارا وجود عشق رسول کا ایک شیریں پھل تھا۔ سچی محبت کے جو بھی لوازم اور اثرات ہوتے ہیں ان سے حضرت اقدس کی زندگی کچھ اس طرح بھری ہوئی ہے جس طرح آسمان ستاروں سے بھرا ہوتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ میں وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جس سے اس بیان کا حق ادا ہو سکے۔ چند ایک پہلو آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

قلزم بیکراں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آقا و مولیٰ، حبیب کبریاء، حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات اقدس کے حوالہ سے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ محبت کا ایک قلزم بیکراں ہے۔ اس کی اتھاہ گہرائیوں کا اندازہ کرنے کے لئے ایک عارف باللہ کا دل چاہیئے اور یہ عاجز تو اس راہ کا ایک تہی دست سالک ہے۔ لیکن میں یہ بات پورے وثوق اور یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مسیح پاک نے جس بے مثال انداز میں اپنے آقائے نامدار محمد عربی ﷺ کی محبت میں کلیۃً فنا ہو کر اور اپنے نفس کو لاشے محض یقین کرتے ہوئے جس والہانہ محبت اور فدائیت کے رنگ میں اپنے جذبات کا ذکر کیا ہے اسکی کوئی مثال ساری اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ بات ایک حقیقت ہے جو بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ محبت اور عشق میں جو بلند مقام رسول پاک ﷺ کے عاشق صادق مسیح موعود و امام مہدی علیہ السلام کو حاصل ہوا، خدائے ذوالجلال کی قسم! کہ وہ ہر پہلو سے بے نظیر اور فقید المثال ہے۔ آپ کی تحریرات کے لفظ لفظ سے عشقِ محمدیؐ کی خوشبو آتی ہے۔ آپ کی ہر ادا میں حسنِ محمدیؐ کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے ہر ارادے اور عزم میں ناموس محمدیؐ پر مر مٹنے کا لازوال جذبہ متلاطم نظر آتا ہے۔ محبت والفت اور فدائیت کے ایسے ایسے دلربا انداز آپ کی زندگی میں نظر آتے ہیں کہ انسان حیرت میں گم ہو جاتا ہے۔ عشق و محبت کا کیا والہانہ اعلان ہے:

جسمی یطیر الیک من شوقٍ علا
یا لیت کانت قُوّۃُ الطیران

اے میرے محبوب! میری روح تو کب کی تیری ہوچکی۔ اب تو میرا جسم بھی تیری طرف پرواز کرنے کی بے تاب تمنا رکھتا ہے۔ اے کاش! مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی!

تحریرات کی روشنی میں

انسان کی تحریرات اس کے دلی جذبات کی بہترین ترجمان ہوتی ہیں۔ عشقِ

نبیؐ کے حوالہ سے آپ کی تحریرات ایک سدا بہار گلستان کی مانند ہیں جس کا ہر پھول آپ کے عشق ومحبت اور فدائیت کا حسین مرقع ہے۔ کس کس حوالہ کو پیش کروں اور کس حوالہ کو چھوڑنے کی جسارت کروں؟

آپ کی روح پرور اور عارفانہ تحریرات میں سے صرف دو نمونے عرض کرتا ہوں۔ حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام اپنے آقا و مطاع محمد عربی ﷺ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

☆ ''وہ اعلیٰ درجہ کا نُور جو انسان کو دیا گیا۔ یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سید الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 160)

پھر آپ فرماتے ہیں:

☆ ''وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللّٰھم صلّ وسلم وبارک علیہ والہ بعدد ھمّہ وغمّہ و حزنہ لھٰذہ الامّۃ وانزل علیہ انوار رحمتک الی الابد''

(برکات الدعا صفحہ 10، 11)

حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے جب عاشقِ صادق مسیح پاک علیہ السلام کا قلم رواں ہوتا ہے تو وفورِ محبت وعشق سے اس میں ایسی شوکت اور رعنائی نظر آتی ہے جو سارے عالم اسلام میں کسی اور جگہ نظر نہیں آتی۔

منظوم کلام

آپ کے منظوم کلام کو دیکھا جائے تو ایک ایک شعر عشق ومحبت میں ڈوبا ہوا، دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا اور جذباتِ فدائیت سے چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

پھر اس دلبرِ حقیقی کو یوں مخاطب فرماتے ہیں:

دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

آپ کے فارسی کلام میں بھی ایک عجیب دلربائی ہے۔ اپنے محبوب، محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق میں نئے سے نئے انداز آپ کے اشعار میں نظر آتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

دگر استاد را نامے نہ دانم
کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

میں کسی اور استاد کا نام نہیں جانتا۔ روحانی معارف کے لئے تو میں نے صرف اور صرف محمد مصطفیٰ ﷺ کے مدرسہ سے تعلیم پائی ہے۔

آپ کے دل کی آواز یہ تھی کہ

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمّرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

خدا کی محبت کے بعد میں عشقِ محمدؐ میں کلیۃً مخمور ہو چکا ہوں۔ اگر کسی کم نظر کے نزدیک یہ بات کفر ہے تو خدا کی قسم! میں سب سے بڑا کافر ہوں۔ لا ریب عشق و محبت کی دنیا میں یہ شعر بے مثل ہے!

عربی اشعار پر نظر کی جائے تو وہاں بھی عشق و محبت کی ایک عجیب دنیا نظر آتی ہے۔ ستر اشعار پر مشتمل عربی قصیدہ ایسا شاہکار ہے جو اس باب میں فقید المثال ہے۔ چند اور عربی شعر بطور نمونہ پیش کرتا ہوں جن میں عشق و محبت کا بہت منفرد انداز میں ذکر ہوا ہے۔ فرماتے ہیں:

ولو کان ماء'' مثل عَسَلٍ بطَعْمه
فو اللہ بحر المصطفیٰ منه اعذَب

کہ اگر پانی اپنے مزہ میں شہد کی مانند ہوتا تو خدا کی قسم! محمد مصطفیٰ ﷺ کا سمندر اس سے بہت زیادہ شیریں اور میٹھا ہے!

پھر فرمایا:

سادخل من عشقی بروضة قبره
وما تعلم هذ السّرّ یا تارک الهدیٰ

کہ میں اپنے بے پناہ عشق کی برکت سے روحانی طور پر روضۂ رسول میں داخل کیا جاؤں گا۔ مگر اے ہدایت کے دشمن! تجھے اس راز کی کوئی خبر نہیں۔

بے مثال عشق کی گواہیاں

عشق حقیقی تو مشک کی طرح ہوتا ہے جو چھپائے سے چھپ نہیں سکتا۔ ہر شخص اس کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے جو سچا اور بے مثال عشق تھا اس کی ایک دنیا گواہ ہے۔ ملاء اعلیٰ نے اس کی گواہی دی۔ اپنے بھی اس کے شاہد بنے اور غیروں نے بھی اس کا اعتراف کیا۔

☆ ملاء اعلیٰ کی گواہی کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا:

''ایک مرتبہ الہام ہُوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الہٰی احیاءِ دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص مُحیی کی تعین ظاہر نہیں ہُوئی اِس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اِسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اِس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اُس نے کہا هٰذَا رَجُل یُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی یہ وُہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبّت رکھتا ہے۔ اور اِس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اِس عہدہ کی محبّتِ رسول ہے۔ سو وہ اِس شخص میں متحقق ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 598)

☆ غیروں کی گواہی کے سلسلہ میں بابو محمد عثمان صاحب لکھنوی کا بیان ہے کہ وہ 1918 میں قادیان گئے اور ایک ہندو لالہ بڈھامل یا غالباً لالہ ملاوامل سے جن کا ذکر آپؑ کی کتب میں کثرت سے آتا ہے ملاقات کی اور ان سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اوائل عمر میں دیکھا۔ آپ نے انہیں کیسا پایا۔ ان کا جواب تھا:

''میں نے آج تک مسلمانوں میں اپنے نبیؐ سے ایسی محبت رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا''

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 19)

☆ مشہور مصنف علامہ نیاز احمد خاں نیاز فتح پوری نے آپؑ کے عشقِ رسول کے بارہ میں یہ اعتراف کیا ہے کہ

''وہ صحیح معنیٰ میں عاشقِ رسولؐ تھے''

(نگار۔جولائی 1960 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 580)

☆ برصغیر کے نامور ادیب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب کی شہادت بھی سننے سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان کے چچا مرزا عنایت اللہ بیگ نے انہیں ایک بار یہ تاکید کی کہ جب میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے ملنے جاؤں تو ان کی آنکھوں کو غور سے دیکھ کر آؤں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں قادیان گیا۔ آنکھوں کو غور سے دیکھا تو ان میں سبز رنگ کا پانی گردش کرتا معلوم ہوا۔ میں نے واپس آکر اپنے چچا سے اس کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے:

''فرحت! دیکھو اس شخص کو بُرا کبھی نہ کہنا۔ فقیر ہے اور یہ حضرت رسول کریم

ﷺ کے عاشق ہیں''

وہ لکھتے ہیں کہ میں نے چچا سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیسے جانا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جو عاشقِ رسول اپنے محبوب کے خیال میں ہر وقت غرق رہتا ہے تو اس کی آنکھوں میں سبزی آجاتی ہے اور سبز رنگ کی ایک لہر دوڑتی رہتی ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 579-580)

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشقِ رسول کے بارہ میں آپؑ کے بیٹے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بڑے واضح الفاظ میں گواہی دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''میں نے ایک دن مرکر خدا کو جان دینی ہے۔ میں آسمانی آقا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرے دیکھنے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے ذکر پر، بلکہ محض نام لینے پر ہی، حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلّی نہ آگئی ہو۔ آپؑ کے دل و دماغ بلکہ سارے جسم کا رُواں رُواں اپنے آقا سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ کے عشق سے معمور تھا۔''

(سیرت طیبہ صفحہ 27)

☆ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے شاہدِ رویئت کے طور پر گواہی دی اور فرمایا:

''میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے ۔۔۔ آپؑ سے زیادہ اللہ اور رسولؐ کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا''۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 308)

غیروں کا عملی اعتراف

عربی زبان میں کہتے ہیں الفضل ما شھدت بہ الاعداءُ کہ خوبی اور فضیلت وہ ہے جس کا دشمن بھی اعتراف کرے۔ مخالفین احمدیت نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے عشقِ رسولؐ میں سرشار منظوم اور منثور کلام کو اپنی تقاریر و تحریرات میں خوب دل کھول کر استعمال کیا ہے لیکن ایمانی اور اخلاقی جرأت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت اقدس کا نام درج نہیں کیا اور بعض نے تو بددیانتی کی انتہا کرتے ہوئے حضرت اقدس کے پُر معارف بیانات کو اپنے یا کسی اور کے نام سے شائع کرنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کی۔ بطور نمونہ صرف ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ ایک مولوی جان محمد صاحب نے اپنی کتاب اصلی عربی بول چال میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مشہور عربی قصیدہ کے ستّر اشعار میں سے اٹھاون اشعار کتاب کے آٹھ صفحات پر جلی الفاظ میں بغیر نام کے شائع کئے ہیں۔

☆ ادبی سرقہ اور تحریف کی ایسی مثالوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ جو اس بات پر شاہدِ ناطق ہے کہ وہ پُر معارف نعتیہ کلام جو عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے بیان ہوا اس کی عظمت اور شان کے آگے غیر بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہیں۔

دن رات ذکرِ محبوب اور درود وسلام

سچے عشق کی ایک نشانی یہ ہے کہ عاشق ہمیشہ اپنے محبوب کے ذکر میں رطب اللسان رہتا ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو رسولِ پاک ﷺ کی عظمتِ شان کا جو عرفان اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اس نے آپ کے قلبِ اطہر کو کچھ اس طرح عشقِ رسولؐ کی آماجگاہ بنا دیا کہ رسول مقبولؐ کی یاد میں آپ کے شب و روز بسر ہوتے اور اسی محبوب سبحانی پر درود وسلام پڑھنا آپ کا دن رات کا وظیفہ تھا۔ ایک شعر میں آپ نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے

وَذِکْرُ الْمُصْطَفٰی رُوْحٌ لِقَلْبِی
وَصَارَ لِمُھْجَتِی مِثْلَ الطَّعَام

کہ محمد مصطفٰے کی یاد میرے دل کی روح کے طور پر ہے۔ اور آپ کا ذکر تو میری جان کیلئے غذا کی مانند ہے جس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا!

اسی مضمون کو ایک اردو شعر میں یوں بیان فرمایا:

ربط ہے جانِ محمد سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

درود شریف کے حوالہ سے اپنے ایک تجربہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

''ایک رات عاجز نے اس کثرت سے درودشریف پڑھا کہ دل وجان اس سے معطر ہوگیا۔اُسی رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آب زلال کی شکل پرنور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں ﷺ''

(براہین احمدیہ ۔روحانی خزائن جلد اول صفحہ 576)

☆ ذاتی نمونہ کے علاوہ آپ نے ہمیشہ اپنے احباب کو درود کثرت سے پڑھنے کی تلقین فرمائی ۔جب بھی کسی نے آپ سے درخواست کی کہ کوئی وظیفہ بتائیں تو آپ ہمیشہ یہی فرماتے کہ استغفار اور درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔اس سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ۔اور کبھی فرماتے کہ نماز کا التزام اور کثرت سے درود پڑھنا بہترین وظیفہ ہے۔ایک بار کسی نے دریافت کیا کہ درود شریف کس قدر پڑھنا چاہیئے ؟ کیا خوب جواب ارشاد فرمایا:

''تب تک پڑھنا چاہیئے کہ زبان تر ہوجائے''

(سیرت المہدی حصہ چہارم صفحہ 156)

☆ درودشریف کی اہمیت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی دس شرائط بیعت میں سے تیسری شرط میں حتی الوسع نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے میں مداومت اختیار کرنے کو بھی شامل فرمایا۔

دنیا میں کسی عاشق نے اپنے معشوق اور محبوب کا اس محبت سے اور اس کثرت سے ذکر نہیں کیا ہوگا جس طرح اس عاشقِ صادق نے ذکرِ حبیب ﷺ کا حق ادا کیا ہے۔کیا ہی پیارا شعر ہے جو آپ کی دل کی گہرائیوں سے ابھرا

یَا رَبِّ صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّکَ دَائِماً
فِی ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانِیٖ

عشق رسولؐ کے حوالہ سے غیرت کے واقعات

عشق ومحبت کے ساتھ غیرت کا مضمون کچھ اسطرح جڑا ہوا ہے کہ دونوں کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ایک عاشقِ صادق کیلئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ اپنے محبوب کے خلاف کوئی بات برداشت کرسکے۔

☆ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ؓ بیان کرتے ہیں کہ 1925 میں جب میں انگلستان گیا تو مجھے خواہش ہوئی کہ میں پادری ڈاکٹر وایٹ بریخٹ سے ملاقات کروں کیونکہ یہ پادری بٹالہ میں مشنری رہ چکے تھے اور حضرت مسیح پاکؑ سے بھی کئی بار مل چکے تھے۔دوران گفتگو انہوں نے کہا:

''میں نے ایک بات مرزا صاحب میں یہ دیکھی وہ مجھے پسند نہیں تھی کہ جب ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم'' پر اعتراض کیا جاتا۔تو وہ ناراض ہوجاتے تھے۔اوران کا چہرہ متغیّر ہوجاتا تھا۔''

پادری صاحب کی یہ بات سن کر عرفانی صاحب نے کیا خوب تبصرہ فرمایا کہ پادری صاحب! جو بات آپ کو ناپسند ہے۔میں اسی پر قربان ہوں۔

(حیات احمد جلد اوّل حصہ سوم صفحہ 22)

☆ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب (جنہوں نے آپ کی زندگی میں تو بیعت نہ کی البتہ خلافت ثانیہ میں بیعت کرکے جماعت میں داخل ہوئے) کے بیان سے آپؑ کے عشقِ رسولؐ کا کھلم کھلا اظہار ملتا ہے۔گھر کے ایک فرد کے طور پر اپنے مشاہدہ کا نچوڑ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

''ایک بات میں نے والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی ہے۔وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کرسکتے تھے۔اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہوجاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔آنحضرت ﷺ سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا''۔

(سیرت طیبہ صفحہ34 از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

☆ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام بالطبع بہت حلیم ۔بردبار اور مجسم شفقت و پیار تھے۔لیکن اپنے محبوب آقا کی شان میں بے ادبی کا ایک لفظ بھی نہ سن سکتے

تھے۔ایک موقع پر عیسائیوں کی بدزبانی کے تعلق میں آپ نے فرمایا:

''ان مخالفین کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ خُدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں اور میری آنکھ کی پُتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھوبیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لیے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں''

(ترجمہ عربی آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 15)

☆ایک دفعہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام ایک سفر کے دوران لاہور کے سٹیشن پر انتظار میں تھے۔عصر کا وقت ہوگیا۔آپ نماز کیلئے قریبی مسجد میں وضو میں مصروف تھے۔اس دوران مشہور آریہ لیڈر پنڈت لیکھرام کو کسی طرح حضور کے وہاں موجود ہونے کا علم ہوا۔وہ بھاگا ہوا آیا اور اپنے انداز میں ہاتھ جوڑ کر حضرت اقدس کو سلام کیا۔حضرت اقدس نے سرسری طور پر نظر اٹھا کر دیکھا اور وضو میں مصروف رہے۔اس پر پنڈت لیکھرام نے رخ بدل کر پھر سلام کیا لیکن آپ خاموش رہے۔جب پنڈت جی مایوس ہو کر لوٹ گئے تو کسی صحابی نے ادب سے عرض کیا کہ حضور! پنڈت لیکھرام آئے تھے اور سلام کرتے تھے۔اس پر رسول مقبول ﷺ کے عاشقِ صادق نے بڑی غیرت کے ساتھ فرمایا:

''ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے''

(سیرت مسیح موعود جلد دوم صفحہ 271)

☆ ایک دفعہ آریوں نے لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا۔حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو بھی شمولیت اور تقریر کی دعوت دی اور وعدہ کیا کہ جلسہ میں ہرگز کوئی دل آزار بات نہیں ہوگی۔حضورؑ نے اس مجلس کے لئے ایک مضمون لکھا اور حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ اور بعض دیگر صحابہ کو شمولیت کے لئے بھجوایا۔آریوں نے اپنے وعدوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی تقاریر میں رسول پاک ﷺ کے خلاف سخت زہر اگلا اور بدزبانی کی حد کر دی۔جب احمدی وفد واپس قادیان آیا اور حضور کو سب حالات کا علم ہوا تو باوجود اس بات کے کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب اور دیگر صحابہ آپ کو بہت عزیز تھے۔آنحضرت ﷺ سے غیر معمولی عشق و محبت اور غیرت کی وجہ سے آپ کو سخت دُکھ ہوا اور آپ نے اس کا برملا اظہار کرتے ہوئے اپنے پیارے دوستوں کو فرمایا کہ تمہاری غیرت نے کیسے برداشت کیا کہ تمہارے محبوب آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم وہاں خاموش بیٹھے سنتے رہے؟

☆ عزیز واقارب سے ہمدردی اور صلہ رحمی اسلام کی تعلیم ہے۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حکم پر بڑے تعہد کے ساتھ عمل فرماتے لیکن جہاں کہیں کوئی ایسی بات ہوتی جو آپ کے محبوب اور مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان کے خلاف ہوتی تو یہ بات آپ کے لئے ہرگز قابل برداشت نہ تھی۔

آپ کے ایک چچا مرزا غلام حیدر صاحب کی بیوی کے منہ سے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں کوئی بے ادبی کا کلمہ نکل گیا۔اس پر باوجود سب ادب و احترام کے اور صلہ رحمی کے جذبات کے ، آپ کو اتنا شدید صدمہ ہوا کہ آپ جو کھانا کھا رہے تھے اسے چھوڑ کر اسی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد آپ نے ان کے گھر سے کھانا پینا ہی ترک کر دیا۔

(سیرت مسیح موعود جلد دوم صفحہ 270)

☆ 1893 کی بات ہے۔امرتسر میں عیسائیوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مباحثہ ہوا جس کا نام جنگ مقدس رکھا گیا۔ڈاکٹر پادری مارٹن کلارک نے آپ کو دیگر احباب کے ہمراہ چائے کی دعوت پر مدعو کیا۔آپ نے یہ دعوت صرف اس وجہ سے ردّ فرما دی کہ یہ لوگ میرے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کی توبے ادبی کرتے ہیں اور آپؐ کو نعوذ باللہ جھوٹا قرار دیتے ہیں اور مجھے چائے کی دعوت دیتے ہیں۔ہماری غیرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ہم ایسے معاندین کے ساتھ مل بیٹھیں سوائے اس کے کہ ہم ان کے غلط عقائد کی تردید کریں۔

☆ جن ایام میں عیسائی پادری ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ مباحثہ ہو رہا تھا ان دنوں گرمی بہت تھی۔ بار بار پانی کی ضرورت پڑتی۔اس جگہ ایک کنواں بھی تھا جو عیسائیوں کی تحویل میں تھا لیکن آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں عیسائیوں کی گستاخیوں کی وجہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سخت گرمی کے باوجود ان کے کنویں سے پانی پینا پسند نہ فرماتے تھے۔

بلکہ اپنے استعمال کے لئے حسبِ ضرورت پانی اپنے ساتھ لیکر جایا کرتے تھے۔ ناموسِ رسول ﷺ کے لئے دلی محبت اور غیرت کا کیسا ایمان افروز نمونہ ہے۔

(سیرت المہدی حصہ پنجم صفحہ198)

ساری زندگی۔ عشق ومحبت میں

ایک سچے عاشق کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ وہ محبوب پر مرمٹے اور اس کی راہ میں اپنے آپ کو قربان کردے۔
حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے دل کی تمنا یہ تھی:

جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفٰےؐ
ایں است کامِ دل اگر آید میسرم

میری جان محمد مصطفٰے ﷺ کی راہ میں فدا ہو۔ یہی میرے دل کا مدعا ہے۔ کاش کہ یہ مقصود مجھے مل جائے۔
فدائیت کا یہ جذبہ صرف ایک تمنا کی حد تک نہ تھا بلکہ حق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی۔ اس کا ایک ایک لمحہ اور خداداد طاقت و قوت کا ایک ایک ذرّہ رسول مقبول ﷺ کی محبت اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کی خدمت میں کلیۃً وقف تھا۔ اسلام کے احیاء اور اس کی سربلندی کیلئے آپ نے دردمندانہ دعائیں کی۔ مخالفین اسلام سے زندگی بھر چومکھی لڑائی لڑی۔ اس شان سے قلمی جہاد کا حق ادا کیا کہ ہر محاذ پر مخالفین اسلام کے سب حملوں کو بُری طرح ناکام ونامراد بنادیا۔
حضرت سلطان القلم نے روحانی خزائن کی صورت میں جو زبردست لٹریچر پیدا کیا وہ اس فدائیانہ جہاد کی عظمت پر زندہ گواہ ہے۔ اسی عاشقانہ خدمت کی بنا پر آپ کے وصال پر آپ کے مخالفین نے آپ کو اسلام کے فتح نصیب جرنیل کے طور پر یاد کیا۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمتِ دینِ اسلام سے بھرپور زندگی کا راز اور اصل محرک رسول پاک ﷺ سے سچی محبت اور دین اسلام کی خدمت اور سربلندی کا غیر معمولی جذبہ تھا جو آپ کی زندگی کا اصل مقصود تھا۔ اس سچے عشق ومحبت کی خاطر آپ نے مخالفین کے ہاتھوں طرح طرح کے دکھ بھی اٹھائے۔ گالیاں بھی کھائیں۔ آپ پر کفر کے فتوے بھی لگائے گئے۔ ہر ظلم وستم آپ پر روا رکھا گیا لیکن عشقِ محمد عربی ﷺ کی خاطر عاشقِ صادق نے یہ سب برداشت کیا اور آپ کی فدائیت میں سرِ موفرق نہ آیا۔ اگر آپ کی یہ ساری بھرپور مجاہدانہ زندگی آپ کے انتہائی عشقِ رسولؐ کی مظہر نہیں تو اور کیا ہے؟

قدم قدم پر اطاعتِ محبوب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشقِ رسول کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ آپ کی مبارک زندگی کی ہر حرکت وسکون میں اطاعتِ محبوب کا بے پایاں اور بے ساختہ جذبہ چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔

☆ ایک مقدمہ کی پیروی کے سلسلہ میں آپ کا قیام گورداسپور میں تھا۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ آپ کے آرام کے خیال سے خدام نے ایک مکان کی کھلی چھت پر آپ کی چارپائی بچھائی۔ آپ تشریف لائے تو دیکھا کہ چھت پر کوئی منڈیر یا پردہ کی دیوار نہیں۔ آپ نے اس بات کو ناپسند فرمایا اور خدام سے فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہمارے محبوب آقا ﷺ نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے وہاں سونے سے انکار فرمادیا اور سخت گرمی کے باوجود رات ایک بند کمرے میں گزاری۔

☆ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ایک صحابی مرزا دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا یہ دستور تھا کہ فجر کے وقت جگانے کے لئے اپنی انگلیاں پانی میں ڈبو کر ایک ہلکا سا چھینٹا میرے چہرے پر ڈالا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضور آپ مجھے آواز دے کر کیوں نہیں جگاتے؟ عاشقِ صادق نے جواب میں فرمایا:

میرے آقا رسولِ اکرم ﷺ کا بھی یہی طریق تھا!

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 20)

☆ ایک اور موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ باہر سے تشریف لائے ہوئے کچھ مہمان بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتنے میں کسی شخص نے باہر دروازہ پر دستک دی۔ مہمانوں میں سے ایک

شخص نے اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا۔ یہ دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑی جلدی سے خود اٹھے اور اس دوست سے فرمایا:

''ٹھہریں ٹھہریں۔ میں خود دروازہ کھولوں گا۔ آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے''

(سیرت طیبہ صفحہ 110)

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ساری زندگی خود بھی اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کی اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی نصیحت فرمائی۔ ایک روایت میں ذکر آتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مردوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ

''مرد اپنی بیویوں کا گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹایا کریں۔ یہ ثواب کا کام ہے۔ رسول کریم ﷺ بھی گھر کے کام میں اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹاتے تھے''

(سیرت المہدی حصہ پنجم صفحہ 318)

نیکی کی ہر تحریک کے وقت اسوۂ رسول ؐ کا حوالہ دینا کیا ہی پیارا عاشقانہ انداز ہے۔

محبوب کی ہر چیز پیاری

عشقِ حقیقی کی ایک علامت یہ ہے کہ سچا عاشق اپنے محبوب سے متعلق ہر شے سے محبت کرنے لگتا ہے۔

ایک فارسی شعر میں آپ فرماتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچہء آلِ محمدؐ است

میری جان اور میرا دل سب میرے محبوب محمد ﷺ کے جمال پر قربان۔ میری خاک بھی آپ ؐ کی آل کے کوچہ پر قربان۔

آلِ رسول ؐ سے سچی اور دلی محبت کے دو واقعات عرض کرتا ہوں۔

☆ حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت اقدسؑ قادیان میں اپنے باغ میں چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ میں کچھ احباب کے ساتھ زمین پر ایک بوریئے پر بیٹھا تھا کہ اچانک حضورؑ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا:

ڈاکٹر صاحب! آپ میرے پاس چار پائی پر آ کر بیٹھ جائیں۔ مجھے شرم محسوس ہوئی کہ حضرت صاحب کے برابر ہو کر بیٹھوں۔ حضور نے دوبارہ ارشاد فرمایا تو میں نے ادب سے عرض کیا کہ میں یہیں ٹھیک ہوں۔ لیکن حضور نے پھر تیسری بار خاص طور پر فرمایا

''آپ میرے ساتھ چار پائی پر آ کر بیٹھ جائیں کیونکہ آپ سید ہیں اور آپ کا احترام ہم کو منظور ہے''

☆ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے باغ میں چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ محرم کا مہینہ تھا۔ آپؑ کو کربلا کے المناک واقعہ کی یاد آئی۔ اپنے محبوب کی اور آپؐ کے جگر گوشوں کی محبت نے جوش مارا۔ آپ نے اپنے دو چھوٹے بچوں کو اپنے قریب بلایا۔ اور فرمایا آؤ بچو! میں تمہیں محرم کی کہانی سناتا ہوں۔ پھر آپ نے بہت درد ناک انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے اس حال میں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ آپ نے بڑے کرب کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

''یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم ﷺ کے نواسے پر کروایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا''

گھر کے ماحول کا یہ واقعہ آپ کے عشقِ رسول ؐ کا کیا خوب آئینہ دار ہے!

☆ محبوب کے گلی کوچوں سے محبت کا اظہار تو ایک روایت اور رسم بن گئی ہے۔ اس باب میں سچی الفت اور محبت کا نظارہ کرنا ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان شعروں کی زبان میں سنئے۔ ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں:

در کوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند
اوّل کسے کہ لافِ تعشق زند منم

کہ اے میرے محبوب! اگر تیرے کوچے میں عاشقوں کے سر قلم کئے جا رہے ہوں تو سب سے پہلے جو شخص تیرے عشق کا نعرہ بلند کرے گا، وہ میں ہوں گا۔

(آئینہ کمالات اسلام ۔روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 658)

اور پھر حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کی دیوانہ وار محبت وعشق کا اندازہ اس شعر سے کیجئے کہ گویا آپ ایک لحہ کی دوری بھی اپنے محبوب سے گوارہ نہ کرسکتے تھے۔ کیا بے تاب تمنا آپ کے دل سے اٹھی۔ فرمایا:

یحب جنانی کلّ ارضٍ و طئتھا
فیالیت لی کانت بلادک مولدا

کہ میرا دل اُس ساری زمین کی محبت میں فنا ہے جس پر آپؐ کے مبارک قدم پڑے۔ کاش کہ میں آپؐ کے مبارک وطن میں پیدا ہوا ہوتا!

وفورِ محبت کا اظہار

آنحضرت ﷺ کے عشق ومحبت کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دل میں جس شہر الفت بسانے کا ذکر کیا ہے اس کی گلی گلی آپ کے عشق رسولؐ پر زندہ گواہ ہے۔

☆ ایک روز حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ آپ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ گھر میں حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا اوران کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ دوران گفتگو حج کا ذکر آنے پر حضرت میر صاحب نے کہا کہ اب تو حج پر جانے کے لئے سفر بہت آسان ہوگیا ہے۔ حج کے لئے جانا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ باتیں سن رہے تھے۔ حج کا ذکر آنے پر آپ کے جذبات میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آپ کی چشمِ تصور نے خانہ کعبہ کو اور روضہء نبوی ﷺ کو دیکھا اور وفورِ محبت سے بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ حج کی بے تاب تمنا بیدار ہوگئی لیکن اس کے ساتھ ہی آپ جذبات کی دنیا میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ آپ اپنے ہاتھ کی انگلی سے آنسو پونچھتے جاتے اور حضرت میر صاحب سے مخاطب ہوکر صرف اتنا فرمایا:

''یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا میں آنحضرت ﷺ کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا!''

دنیا کے لوگ تو مزارِ نبوی کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر بھی خشک آنکھوں سے واپس آجاتے ہیں۔ اس عاشقِ زار کی حالت دیکھو۔ ہزاروں میل دور بیٹھے مزارِ نبویؐ پر حاضری کے تصور سے ہی آنسوؤں کی برسات جاری ہوگئی!

(بحوالہ سیرت طیبہ صفحہ 35-36)

☆ تنہائی میں ہونے والے واقعات یقیناً حق کے ترجمان ہوتے ہیں۔ ان میں تکلف اور ریا کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔
حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ دوپہر کے وقت میں مسجد مبارک میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکیلے ٹہل رہے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ گنگناتے ہوئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھ رہے ہیں جو آپؓ نے رسول مقبول ﷺ کے وصال پر کہا تھا۔

کُنتَ السَّوادَلِناظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِر
مَنْ شَآءَ بَعْدَکَ فَلْیمُتْ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِر

یعنی اے میرے محبوب! تُو تو میری آنکھ کی پُتلی تھا آج تیری وفات سے میری آنکھ اندھی ہوگئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے کچھ پرواہ نہیں، مجھے تو بس تیری ہی موت کا ڈر تھا۔
راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور دنیا ومافیہا سے کٹ کر اپنی ایک جذباتی کیفیت میں تھے کہ میری آہٹ سن کر آپ نے چہرے پر سے رومال والا ہاتھ اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ سے اس کیفیت کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں حسّان بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہورہی تھی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلا ہوتا!

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 22)

حضرات! یہاں ایک لحہ رک کر ذرا سوچئے کہ جب کسی کو کسی بزرگ یا عزیز کی وفات کا غم پہنچتا ہے تو وقت کا مرہم اس کی دوا بن جاتا ہے لیکن اس عاشقِ زار کے عشق ومحبت کو دیکھئے کہ اس کے محبوب کے وصال پر تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ تنہائی میں اس کے وصال کی یاد آتی ہے اور جذبات کا سمندر کناروں سے اچھل پڑتا ہے۔ رسول پاک ﷺ کی محبت میں آپ کا اپنا عارفانہ کلام بے مثال ہے۔ لیکن ایک صحابیٔ رسولؐ کا لکھا ہوا درد بھرا

شعر پڑھ کر آپ کو یوں لگا کہ گویا یہ آپ ہی کے دل کی آواز ہے اور بے اختیار اس تمنا کا اظہار فرمایا کہ کاش یہ شعر میں نے کہا ہوتا!
یہ بے تاب تمنا آپ کے بے مثال عشقِ رسولؐ پر شاہدِ ناطق ہے۔

سب کچھ میرے آقاؐ کا

یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جو کچھ عطا ہوا وہ سب کا سب براہ راست آپؐ کو خدا سے ملا اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے جو کچھ پایا وہ سارے کا سارا آنحضرت ﷺ کی سچی اور بے مثال محبت اور کامل اتباع کی برکت سے پایا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک تو آقا اور معلم کل جہاں کہلایا ﷺ اور دوسرے نے اس آقا کی غلامی کا شرف حاصل کیا اور مسیح الزمان کا مرتبہ پایا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا:

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

عاشقِ رسولؐ جماعت کا قیام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بے مثال عشقِ رسولؐ آپ کی زندگی تک محدود نہ تھا بلکہ اس کا سلسلہ آپ کے وصال کے بعد بھی تا ابد جاری ہے۔ آپ کا کلام زندہ۔ آپ کا اسوہ زندہ اور پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تقویٰ شعاروں کی ایسی جاں نثار جماعت اپنی یادگار چھوڑی ہے جو نظامِ خلافت کے زیرِ سایہ عشقِ محمد ﷺ کے جذبہ سے سرشار ہے۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے کروڑوں احمدیوں کے سینہ میں رسول پاک ﷺ کی محبت کا بحرِ بیکراں موجزن ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین اور اس کی عطا ہے۔ رسول پاک ﷺ کے زندہ جاوید فیضانِ رسالت کی برکت ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی عظیم قوتِ قدسیہ کا کرشمہ ہے۔ عشقِ محمد ﷺ کا چراغ کیسا عظیم الشان ہے کہ اس نے قلبِ احمد علیہ السلام کو نور سے بھر دیا اور کیسا فیضان رساں یہ چراغِ محبتِ رسولؐ ہے کہ آج اس کے ذریعہ اکنافِ عالم میں عشقِ محمد سے کروڑوں چراغ روشن ہیں۔ آپ نے وہ واقعہ تو سنا ہوگا کہ افریقہ میں ایک عیسائی نے جب احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو قبول کیا تو اس میں کیسا عظیم الشان روحانی انقلاب پیدا ہوا۔ اسلام لانے سے قبل وہ ہر روز اپنی نادانی میں رسول پاک ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ احمدی ہونے کے بعد ہر رات سونے سے قبل وہ اُسی زبان سے درود وسلام پڑھتے ہوئے بستر پر دراز ہوتا تھا۔ اور آج مغرب ومشرق میں ایسے غلامانِ محمد مصطفےٰ ﷺ کی تعداد اتنی ہے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

جماعت احمدیہ عالمگیر کی صورت میں عاشقِ رسولؐ جماعت کا قیام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشقِ رسولِ مقبول ﷺ کا ایک تابندہ ثبوت ہے جس کی عظمت وشوکت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی جاتی ہے۔

☆اے سننے والو سنو! اور دیکھو کہ یہ ہے وہ سچا فیضانِ ختمِ نبوت جس نے جماعت احمدیہ کو عشقِ رسولؐ کا شیریں پھل حضرت امام الزماں مہدی علیہ السلام کی صورت میں عطا فرمایا اور پھر دنیا کے سب سے بڑے عاشقِ رسولؐ نے عشقِ محمدیؐ کی لازوال دولت ہمیں عطا فرمائی ہے۔ یہ وہ شمعِ نور ہے جو احمدیوں کے سینوں میں جگمگاتی ہے اور تا ابد جگمگاتی رہے گی۔ ہم عشقِ رسولؐ کے اس علَم کو کبھی سرنگوں نہیں ہونے دینگے۔ ہمارے سرتن سے جدا ہو سکتے ہیں لیکن عشقِ رسول کی جو مے ہمیں پلائی گئی ہے اس کا نشہ کبھی نہیں اتر سکتا!

اختتامیہ

ابھی دو ماہ قبل کی بات ہے کہ دشمنانِ احمدیت نے ظلم وبربریت کی انتہا کرتے ہوئے لاہور میں جماعت احمدیہ کی دو مساجد میں معصوم اور فدائی احمدیوں کے مقدس خون سے ہولی کھیلی۔ خدا کے گھر میں، عبادت گزار نمازیوں کو عین جمعہ کے وقت شہید کر کے ظالموں نے اور ان کی پشت پناہی کرنے والوں نے اپنے نامہء اعمال کو سیاہ کر لیا۔ دشمن نے چاہا تھا کہ وہ اس سفاکی اور دہشت گردی کے ذریعہ عشقِ رسولِ عربی ﷺ کے متوالوں کو اس مقام سے ہٹا دے لیکن ان نادانوں کو کیا علم کہ یہ تو عاشقانِ محمد عربی ﷺ کی فدائی جماعت ہے جو اس بات کا عہد کر چکی ہے کہ وہ ناموسِ رسالت کی عظمت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہے۔

دیکھو! لاہور کے شہیدانِ باوفا نے کس طرح اپنے مقدس خون سے داستانِ وفا رقم کی ہے۔ یہ وہ شہداء ہیں جنہوں نے اپنے عہد بیعت کو پورا کر دیا اور آسمانِ احمدیت پر ستاروں کی طرح روشن ہوگئے۔ انہوں نے اپنی

شہادتوں سے عشق ومحبتِ رسولؐ کی وہ دلفریب کہکشاں بنائی ہے جو ہمیشہ ان کی قربانیوں کی یاد دلاتی رہے گی۔

یہ وہ شہیدانِ عالی مرتبت ہیں کہ جوزندگی کے آخری لمحات میں بھی کلمہ طیبہ اور درود کے کلمات کونہیں بھولے۔خود یہ بابرکت کلمات پڑھتے ہوئے اور ساتھیوں کو اس کی تلقین کرتے ہوئے، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے، اپنی جانوں کا نذرانہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کردیا۔شہادت کا رتبہ پاکر ابدی زندگی کے وارث ہوگئے۔وہ اپنی مراد کو پاگئے اور باقی احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس عزمِ صمیم پر قائم ہیں کہ ہم اس راہِ صدق ووفا سے ہرگز ہٹنے والے نہیں۔کیونکہ ہمارے دل عشقِ محمد عربی ﷺ سے کناروں تک بھرے ہوئے ہیں۔

اے ظالمو! جو کرنا ہے کرلو جو ظلم ڈھانا ہے ڈھالو۔لیکن یاد رکھو کہ تم کبھی اور کسی قیمت پر ایک احمدی کو بھی حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے مقدس دامن اور آپؐ کی محبت سے جدا نہیں کرسکتے۔

کان کھول کرسن لو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا خمیر عشقِ رسول عربیؐ سے اٹھایا گیا ہے۔یہی ہماری زندگی ہے۔ہم اسی سے زندہ ہیں۔اسی پر ہماری موت ہوگی۔اور موت کے وقت بھی ہر احمدی کی زبان پر یہی عشق ومحبت کا نعرہ ہوگا!

حضرات! میں اپنی تقریر کا اختتام رسولِ مقبول ﷺ کے سب سے بڑے عاشق اور غلامِ صادق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت الفاظ سے کرتا ہوں۔آپ نے ہم سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ ﷺ۔سوتم کوشش کرو کہ سچی محبت اِس جاہ وجلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دوتا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ‘‘

(کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد19 صفحہ 13-14)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔آمین۔

☆......☆......☆......☆

وہ جن پہ ملائک رشک کریں

امتہ الباری ناصر

کچھ منتظر اپنی باری کے کچھ مولا پہ قربان ہوئے
وہ جن پہ ملائک رشک کریں کچھ ایسے بھی انسان ہوئے

کچھ غم ہے ان کے بچھڑنے کا کچھ رشک ہے ان کی قسمت پر
اس درد میں بھی اک لذت ہے غم اور خوشی یکجان ہوئے

اس دین کے ٹھیکیداروں کا سب جوروستم بے مثل رہا
یوں ظلم کی دنیا میں کتنے فرعون ہوئے ہامان ہوئے

تکتے ہو راہ مسیحا کی پر حق سے آنکھیں پھیری ہیں
کیسے کوئی ان کو سمجھائے جو جان کے بھی انجان ہوئے

ہیں قہرِ الٰہی کا مورد جو خالق سے بے خوف ہوئے
اللہ کو ان کی کیا پرواہ جو سرکش نافرمان ہوئے

ہے درس، محبت کا ہم کو نفرت کا چلن آتا ہی نہیں
حق گوئی ثبات وصبر وفا ہم لوگوں کی پہچان ہوئے

تاریخ گواہ ہے تھوڑے اور کمزور ہی غالب آتے ہیں
قادر کے پیارے ہاتھوں سے ہی فتح کے سب سامان ہوئے

رسالہ ریویوآف ریلیجنز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رسالہ ریویوآف ریلیجنز کے متعلق جلسہ سالانہ یوکے 2010 کے دوسرے دن اپنے خطاب میں فرمایا کہ:

''یہ وہ رسالہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی اپنی خلافت کے آغاز میں اس کے بارے میں تحریک کی تھی کہ اس کی جو خریداری ہے وہ بڑھنی چاہیئے۔ لیکن کچھ توجہ پیدا ہو کے پھر کم ہوگئی اور اب تو بہت کم تعداد میں یہ رسالہ لیا جاتا ہے۔ اس طرف توجہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور جماعتوں کو چاہیئے کہ اس طرف توجہ دیں اور اس کی خریداری میں اضافہ کریں۔ امریکہ میں مثلاً صرف 118 خریدار ہیں۔ کینیڈا کے باقاعدہ خریدار صرف 5 ہیں۔ امریکہ، کینیڈا کی طرف سے تو کم از کم 500 اور 1000 خریدار ہونے چاہئیں۔ اور جتنے ممالک ہیں جہاں انگریزی پڑھی جاتی ہے ان کو چاہیئے کہ اس کی تعداد بڑھائیں۔ افریقہ میں 2000 کی تعداد میں یہ شائع ہوتا ہے اور 495 خریدار ہیں۔ افریقن ممالک کیلئے غانا سے شائع ہوتا ہے ان کو چاہیئے کہ وہاں خریداری بڑھائیں۔ نائیجیریا سے بھی شائع ہورہا ہے۔ انڈیا سے بھی 2400 کی تعداد میں شائع ہوتا ہے یہ اور صرف 913 خریدار ہیں۔ یوکے میں شائع ہوتا ہے یہاں رقیم پریس سے لیکن خریدار یہاں بہت کم صرف 33 ہیں ان کو بھی چاہیئے کہ اپنی خریداری بڑھائیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کی خریداری کی طرف توجہ دلائی تھی ایک زمانے میں۔ گوکہ مختلف ذریعے سے اب بھی جماعتی لٹریچر پہنچتا ہے لیکن ریویو آف ریلیجنز کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں شروع ہوا تھا اور آپ کی خواہش تھی کہ اس کی خریداری بڑھے۔ اس لئے جماعت کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''اب تک اس رسالہ کے شائع کرنے کیلئے مستقل سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہوگیا تو یہ واقعہ اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہوگا اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جواں مردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہاں تک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلاویں۔''

فرمایا کہ!

جو کوئی میری موجودگی میں میرے منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا۔''

آپؑ نے فرمایا تھا کہ!

''اگر اس رسالہ کی اعانت کیلئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اُردو یا انگریزی کا پیدا ہو جائے تو رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔'' (الحکم جلد 7 نمبر 22 صفحہ 19)

ابھی تک یہ تعداد حاصل نہیں ہورہی اور اب کیونکہ انٹرنیٹ پر آنا شروع ہوگیا ہے اس لئے لوگ مزید اس طرف اپنی توجہ کر رہے ہیں۔ MTA International کے باوجود حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش ہے کہ اس رسالہ کی خریداری بڑھنی چاہیئے، انشاءاللہ۔

توہینِ قرآن کی ناپاک جسارت

لطف الرحمٰن محمود

اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کی ہدایت کیلئے ہزاروں انبیاء کو مبعوث فرمایا اور اُن سے ہمکلام ہوا۔ بعض انبیاء و مرسلین کی وحی کتابی شکل میں بھی محفوظ ہوگئی۔ تورات، زبور، انجیل اور قرآن کریم ایسی چار مشہور الہامی کتابیں ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نام کے ساتھ موجود ہے۔ (توراۃ، المائدہ آیت45؛ زبور، سورۃ النساء آیت164؛ انجیل، سورۃ المائدہ آیت45)۔ ان کتابوں کے علاوہ ''صُحفِ ابراہیمؑ'' کا ذکر وارد ہوا ہے (سورۃ الاعلیٰ آیت20)۔ ظہورِ اسلام سے پہلے ادوار سے تعلق رکھنے والے بعض مذاہب بھی الہامی کتب سے نسبت کے مدعی ہیں۔ قرآن مجید نے ہندو دھرم کے ویدوں اور زرتشتی مذہب کے دساتیر کا ذکر نہیں کیا۔ مگر لِکُلِّ اُمَّۃٍ رسول (سورۃ یونس آیت48) کے تحت دوسری اقوام میں بھی نبیوں اور رسولوں کے مبعوث ہونے کا ذکر موجود ہے۔ سورۃ النحل کی آیت 37 میں بھی ہمیں اسی عقیدے کی تائید ملتی ہے۔ پھر قرآن کریم نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ مختلف اقوام میں ہادی اور رسول مبعوث کئے بلکہ ان ماموریں سے عوام کی زبان میں مکالمہ مخاطبہ بھی کیا۔ (سورۃ ابراہیم آیت5) اسی وجہ سے وسیع القلب مسلمان فاتحین نے ایران کے زرتشتیوں کو اہلِ کتاب کا مقام دیا اور کچھ عرصہ بعد مشہور عرب فاتح، محمد بن قاسم نے سندھ اور ملتان کے ہندوؤں سے یہی مشفقانہ سلوک کیا۔ آج سے تقریباً تیرہ صدیاں قبل ہونے والے یہ واقعات اسلام کی بے مثال مذہبی رواداری کا ناقابلِ تردید ثبوت ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم سب الہامی صحیفوں کی تقدیس کو ملحوظِ نظر رکھتے ہیں اور کسی بھی مذہب کی مقدّس کتاب کی بے حرمتی کے روادار نہیں۔ لیکن الہامی کتب کا باہمی مقابلہ و موازنہ توہین کے زُمرے میں نہیں آتا بلکہ ایک علمی طریق کار ہے۔ قرآن کریم ان تمام الہامی کتب میں ایک منفرد مقام کا حامل نظر آتا ہے۔ ان میں سے ایسی چند خصوصیات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کا زیرِ تشریح موضوع سے تعلق ہے:

1۔ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا۔ جو نہ صرف یہ کہ اُمّ الاَلسنہ ہے بلکہ ہزاروں سال سے زندہ زبان کی طرح رواں دواں ہے۔ اور اس وقت شرقِ اوسط کے بہت سے ممالک میں تعلیم، تجارت اور کاروبارِ حکومت کی زبان ہے۔ بلکہ اپنی اسی بین الاقوامی اہمیت کے پیشِ نظر اقوام متحدہ کی ایک سرکاری زبان ہے۔

2۔ قرآن مجید کی لفظی اور معنوی حفاظت کی یقین دہانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم میں موجود ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر آیت 10) ضمناً عرض ہے کہ سورۃ الحجر مکی سورت ہے۔ مکّی زندگی میں تو حاملِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زندگی کو بھی خطرات درپیش تھے۔ یہ قرآن کریم، اسلام اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے کہ اس وقت اور اس پُر خطر ماحول میں اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ قرآن کا وعدہ دیا اور اُسے سچ کر دکھایا۔
مخالفوں کی سخت تنقید کے باوجود، دیانت دار ناقدین یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئے کہ قرآن مجید کا متن اُس تغیر و تبدّل سے محفوظ رہا جس کا سامنا دوسری الہامی کتب کو کرنا پڑا۔ اسی طرح قرآن کریم کی معنوی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ نے بار بار مجدّدِ دین اُمّت کو مقرر فرمایا اور عہدِ حاضر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ عظیم خدمت سپرد کی اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی بلکہ حضورؑ نے اپنے پیروکاروں کو بھی اسی پاک جذبے سے سرشار کر دیا!

3۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ، قرآنی تعلیمات کا عکس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو صحابہ کرام کی ایسی جماعت عطا فرمائی جنہوں نے اس ''قرآن مجسّم'' کی سیرتِ طیّبہ کو اتنی تفصیل سے محفوظ کیا کہ کسی اور نبی اور رسول کے حالاتِ زندگی اتنی صحت و وسعت اور محبت سے مدوّن نہیں کئے گئے۔ سیرتِ نبویؐ کی ایمان افروز روشنی میں ہم قرآن کریم کی تعلیمات کو بہتر طریق سے سمجھ سکتے ہیں۔ اور اُن پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔

4۔ قرآن مجید کی عظمت کے گواہ تیس کے لگ بھگ نام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خاتم الکتب کو عطا فرمائے ہیں۔ قرآن کی مختلف سورتوں میں یہ نام مذکور ہیں مثلاً قرآن کے

علاوہ الفرقان، البیان، الذکر، الموعظۃ، الرحمہ، الھدیٰ، النور، الرُّوح، التنزیل، ان مبارک ناموں کی چند مثالیں ہیں۔ قرآن کے دو ناموں ''مُصدّق'' اور ''مُہیمن'' کا خاص طور پر اس موضوع سے گہرا تعلق ہے۔ قرآن کریم اس لحاظ سے پرانے، مذاہب اور انبیائے سابق کا محسن ہے۔ قرآن کریم نہ صرف یہ کہ ان انبیاء کا مُصدّق ہے بلکہ اُن کی طرف منسوب الہامی کتابوں کا بھی مصدّق ہے یہ کرم بالائے کرم کا منظر ہے۔ قرآن کریم کے مُہیمن ہونے کی شان اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ قرآن کریم عصمت انبیاء کا مُنادی اور محافظ کے طور پر سینہ سپر نظر آتا ہے مثلاً حضرت لوطؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے اپنی قوم کے مخالفوں، حاسدوں اور بدخواہوں نے موقع پا کر اپنی مقدس کتابوں میں، ان انبیاء کی کردار کُشی کیلئے شرمناک زہریلا مواد داخل کر دیا۔ قرآن مجید نے ان ظالمانہ حملوں کو رد کر کے ان معصومین کی شانِ نبوت کا دفاع کیا ہے۔ اس عظیم الشان خدمت کا کسی قدر تفصیلی ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

اسلام۔ مذہبی رواداری کا عظیم علمبردار

دہریہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر ہیں وہ الہامی مذاہب کے بھی منکر و مکذّب ہیں۔ یہی کیفیت مذہب دشمن حریف نظریاتی تحریکوں کے لیڈروں کی ہے۔ چنانچہ لینن، سٹالین وغیرہ مذہب کو ''افیون'' اور خون خرابے اور دیگر خرابیوں کا ذمہ دار گردانتے رہے ہیں۔ مختلف مذاہب میں یا ایک ہی مذہب کے فرقوں میں جو جنگیں خدایا مذہب کے نام پر لڑی گئی ہیں، ان کا طعنہ بڑی شدّ و مد سے دیا جاتا ہے۔ جو جنگیں مذہب کا استحصال کر کے لڑی گئی ہیں، اُن کی ذمہ داری پیروکاروں پر عاید ہوتی ہے نہ کہ مظلوم مذہب پر جسے استعمال کیا گیا ہے۔ ویسے بھی اگر دُنیا میں آج تک ہونے والی بڑی بڑی جنگوں کے مقتولوں، زخمیوں، قیدیوں کی تعداد کے علاوہ مالی اخراجات اور نقصانات کے اعداد و شمار کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مذہبی جنگوں کے جانی اور مالی نقصانات، دُنیاوی جنگوں کے ایسے نقصانات کا عشرِ عشیر بھی نہیں۔ 261 قبلِ مسیحؑ میں خاندان موریہ کے بادشاہ اشوک کو جنگ کالنگا موجودہ اُڑیسہ ہندوستان میں فتح ہوئی۔ اس لڑائی میں ایک لاکھ لوگ قتل ہوئے۔ اور ڈیڑھ لاکھ قیدی بنائے گئے۔ قیدیوں کا حال تو مقتولوں سے بھی بدتر ہوتا تھا۔ عہد حاضر کی جنگ عظیم اوّل و دوم کے اعداد و شمار پر نظر ڈال لیجئے۔ ان جنگوں میں اشوک کے تیروں، تلواروں، بھالوں اور رتھوں کے مقابلے میں توپیں، ٹینک، ہوائی جہاز بلکہ دو ایٹم بم بھی استعمال ہوئے۔ ان لاکھوں انسانوں کا خون کن ہاتھوں پر تلاش کیا جائے؟ اگر گفتگو کو آگے بڑھانے کیلئے تنزّل کے طور پر یہ مان لیا جائے کہ مذہب خون خرابے اور تشدّد کا داعی ہے تو میں یہ عرض کرنے کی پوزیشن میں ہوں کہ قرآن کریم، حدیث اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اسلام مذہبی رواداری کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اس حوالے سے اسلام کے ان امتیازی فیچرز پر غور فرمائیے؛

1۔ دنیا کی مختلف اقوام میں انبیاء اور مرسلین کے مبعوث کئے جانے کا اعلان

2۔ قرآن مجید میں نام لے کر تورات، زبور اور انجیل کا ذکر اور اصلی و حقیقی تورات و انجیل کیلئے ھُدًی اور نور کے الفاظ کا استعمال یہی الفاظ قرآن کیلئے بھی استعمال کئے گئے ہیں۔

3۔ الہامی کتابوں کے پیروکاروں کیلئے مشرکین اور بے دین طبقات کے مقابلے پر ''اہلِ کتاب'' کے مقام کی تعیین اور بعض خاص معاشرتی سہولتوں کا استحقاق مثلاً یہودی و نصاریٰ کیلئے بعض شرائط کے ساتھ ذبیحہ کے استعمال اور مناکحت کی اجازت۔

4۔ قرآن مجید میں جبراً اپنا مذہب یا عقیدہ دوسروں پر مسلّط کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (سورۃ البقرۃ: آیت 257) قرآن مجید کا قابل فخر اعلان ہے۔ جس کا تعلق مدنی دور سے ہے۔ مکّی دور کے ایک ایسے ہی اعلان۔ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَ لِیَ دِیْنِ (سورۃ الکافرون: 7) میں بھی یہی رُوح کارفرما ہے۔

5۔ اسلام واحد دین ہے جس نے تمام انبیاء و مرسلین کے وجود کو عقیدت و محبت سے تسلیم کرنے اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کے نزول کے اقرار کو ارکانِ ایمان میں شامل فرمایا۔ اس عقیدے کی بنیاد قرآن مجید میں موجود ہے۔ (سورۃ البقرۃ آیت 286)

6۔ ’’جہاد‘‘ کی اصطلاح جسے مغربی میڈیا میں بعض شدّت پسند مسلمانوں کے اقوال وافعال کی وجہ سے، اسلام کو بدنام کرنے کیلئے استعمال کیا جارہا ہے، دراصل آزادیٔ مذہب ُحرّیتِ ضمیر، اور مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کے احترام کی ضمانت کے طور پر قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ خود حفاظتی کیلئے ہتھیار اُٹھانے کی اجازت کے اس حکم میں (سورۃ الحج: 41,40) عبادت گاہوں کا نام لے کر (راہب خانے نصاریٰ کے گرجے، یہود کے معابد اور مسلمان کی مساجد) کے ممکنہ انہدام کی روک تھام کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس بات پر بھی غور فرمایئے کہ نصاریٰ و یہود کے راہب خانوں، گرجا گھروں اور عبادت گاہوں کے آخر میں مسجدوں کو لایا گیا ہے۔ اس قسم کی فراخ دلی، اور وسعتِ نظر کی حامل پُرحکمت آیت کی مثال مجھے کسی اور صحیفے یا دینی لٹریچر میں دکھا دیجئے۔

7۔ اس مضمون میں تین گزشتہ انبیاء (حضرت لوطؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ) کا اشارۃً ذکر گزر چکا ہے۔ حضرت لوطؑ، حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے، پیروکار اور صحابی تھے۔ اُن کے ساتھ ہی اُور (عراق) سے کنعان (فلسطین) ہجرت کی اور پھر اُنہیں بھی منصب نبوت پر سرفراز کیا گیا۔ ہم جنس پرستی اور ڈاکہ زنی، ان کی قوم کے دو بڑے عیب تھے۔ ان جرائم کے خلاف وہ حضرت لوطؑ کی تبلیغ سے چڑتے تھے اور سرکشی اور دشمنی ان کا شیوہ تھا۔ بعد میں نبیوں اور رسولوں کے بدکردار دشمنوں نے موقعہ پا کر، تورات میں حضرت لوطؑ کے خلاف Incest (محرمات سے جنسی تعلق) کا الزام گھسیڑ دیا۔ (پیدائش باب 19 آیات 30-38)

جن چار نبیوں کی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے نیست و نابود کر دیا ان میں قوم لوط بھی شامل ہے۔ سورۃ ہود کی آیت 90 میں حضرت لوطؑ کا ذکر، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے ساتھ کر کے ان کی بلند شانِ نبوت کا اعلان کر کے اس لزام کو ردّ کر دیا گیا ہے۔ حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کے دوسرے بادشاہ تھے۔ اپنے وقت کے نبی بھی تھے۔ مگر بادشاہ ہونے کی وجہ سے سیاسی اور درباری رقابت ایک طبعی اور بشری امر ہے۔ پھر ان کی زندگی کے آخری دور میں، تخت پر قابض ہونے کے لئے ایک بیٹے نے بغاوت کر دی تھی اور جنگ میں مارا گیا۔ ان کے مخالفین نے حضرت داؤدؑ کی کردار کُشی کیلئے زہریلا مواد تورات میں داخل کر دیا۔ حتّٰی کہ ظالموں نے اُن پر جنرل اُوریا کی بیوی بَت سبع (Beth. Sheba) سے بدکاری کا الزام بھی تھوپ دیا (2 سیموئیل باب 12 آیات 7 تا 12)۔ یہود و نصاریٰ کی تفاسیر میں آج بھی یہی باتیں دہرائی جاتی ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت داؤدؑ کا ذکرِ خیر کئی جگہ موجود ہے۔ سورت صٓ کی آیت 26 میں وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰی وَحُسۡنَ مَاٰبٍ کہہ کے حضرت داؤدؑ کے قرب خداوندی کی تعریف کر کے ان کی بریّت فرمائی ہے۔ حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل کے تیسرے بادشاہ ہیں۔ اُنہیں بھی حاسدوں اور بدخواہوں کی طرف سے سیاسی عداوت اور رقابت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کا حَرم بڑا وسیع تھا۔ 700 ازواج اور 300 کنیزوں کا ذکر تو تورات نے بھی کیا (1 سلاطین باب 11 آیت 3) اگلی آیات میں درج ہے کہ ان میں سے بت پرست ازواج کی دلداری کیلئے سلیمانؑ بھی کفر و شرک کی طرف مائل ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مَا كَفَرَ سُلَيۡمٰنُ کہہ کر اس جھوٹ کو بھی ردّ کر دیا (سورۃ البقرۃ آیت 103)

مجھے تو قرآن ایک بہادر وکیل کی طرح تاریخ کے عدالتی ایوان میں جھوٹوں کو للکارتا ہوا نظر آتا ہے، ایک ایسا جری وکیل جو انبیائے سابق اور دیگر مقدّس شخصیات کی عزت و حرمت کے تحفظ پر کمر بستہ ہے۔ یہ قرآن کریم کا بہت بڑا احسان ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت اللعالمین کے فیضان کا پرتَو ہے!

کُتبِ سابقہ اور اہلِ اسلام

عرض کیا جا چکا ہے کہ انبیاء و مرسلین پر ایمان کے ساتھ ان کی کتابوں اور صحیفوں کے نزول پر ایمان لانا بھی 6 بنیادی ارکان ایمان میں شامل ہے۔ کوئی اور مذہب اپنے پیروکاروں کو اس قسم کی ترغیب نہیں دیتا۔ یہ صرف اسلام کی امتیازی خصوصیت ہے۔ دوسرے مذاہب کی الہامی کتابوں (تورات، زبور، انجیل وغیرہ) سے ہماری دلچسپی کی ایک وجہ عقاید و نظریات، احکام، حدود و تعزیرات کے موازنہ و مقابلہ کا تجزیاتی مطالعہ ہے۔ دلچسپی کی دوسری وجہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ کتبِ سابقہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی پیشگوئیاں موجود ہیں (سورۃ الاعراف آیت 158 سورۃ الاحقاف آیات 11-13)۔ ان پیشگوئیوں کی تلاش اور میدانِ تبلیغ میں انہیں پیش کرنا ہمارا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت کے لٹریچر میں اس موضوع پر ٹھوس مواد موجود ہے اور ریسرچ کا کام جاری

وساری ہے دلچسپی رکھنے والے قارئین کوتورات وانجیل کی درج ذیل پیشگوئیوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے :

استثنا باب 18 آیت 18-19،استثنا باب 33 آیت 2، یسعیاہ باب 21 آیت 13-16،حبقوق باب 3 آیت 3،یوحنّا باب 14 آیت 26،یوحنّا باب 16 آیت 7،آیات 12 تا 16

ان مقامات وآیات پر بحث کے دوران، یہود ونصاریٰ کے علماء سے اختلاف ممکن ہے۔مگر تعصّب سے بالاتحقیق کی اندرونی روشنی میں پاک روحوں کوحق وصداقت کا گرویدہ بنانے کی طاقت موجود ہوتی ہے۔ہم بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ کتب سابقہ میں ہماری دلچسپی منفی نہیں بلکہ سوفیصد مثبت ہے۔

چونکہ ان صحائف میں انسانی مداخلت ہوتی رہی ہے۔ بلکہ اب بھی جاری ہے اس لئے موجودہ شکل و ہیئت میں پائے جانے والے بعض عقاید ونظریات سے ہمیں اختلاف بھی ہوسکتا ہے اوران آیات پر علمی گفتگو کا دروازہ کھلا رہنا چاہیئے۔اس قسم کی علمی بحث اور گفتگو کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس طرح بات بڑھ سکتی ہے اور تورات، زبوراورانجیل کونذرآتش کرنے تک نوبت آسکتی ہے۔اہلِ اسلام کوان کتب سابقہ کی ظاہری بے حرمتی کی کوئی صورت بھی منظور نہیں۔گزشتہ سال' آسٹن (ٹیکساس) کے ایک چرچ نے عبادت گزاروں کی تعداد میں اضافہ کی نیت سے،انہیں اپنے پالتو جانور چرچ میں لے کرآنے کی اجازت دے دی۔اخبار میں اس چرچ کی سروس کی ایک تصویر شائع ہوئی۔ایک خاتون کی گود میں کتا تھا اور ہاتھ میں کھلی ہوئی بائبل۔کُتے نے اپنی ٹانگ بائبل کے صفحے پر پیار رکھی تھی۔ مجھے یہ منظر سخت ناگوار گزرا۔میں نے اس حوالے سے ایک احتجاجی مضمون لکھا جوشائع بھی ہوا۔یہ واقعہ ایک چرچ میں پیش آیا،عبادت گزار مسیحی خاتون' کتاب ان کا مقدس صحیفہ' کُتا بھی اسی محترمہ کا مگر روحانی کوفت مجھے ہوئی۔احمدی مسلمان کے کلیجے کی ساخت ہی مختلف ہے۔بقول حضرت امیر مینائی ع

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

مستشرقین کا قرآن سے سلوک

دوسرے مذاہب کے علماء اورناقدین اسلام کواپنے مذاہب کا حریف سمجھتے ہیں۔حالانکہ اسلام مذاہب وادیان کے عملِ ارتقاء کی آخری کڑی ہے نہ کہ دشمن اور حریف۔ اسی سوچ کی وجہ سے یہ لوگ قرآن کو بھی اپنی تنقید وتنقیص کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔صلیبی جنگوں کے بعد اس مخالفت میں مسیحی مناد اوراُن کے جنگجو بڑے زوروشور سے شامل ہوگئے۔اُن لوگوں نے جہالت اوربُغض کی وجہ سے مخالفت کی مگر عہدِ حاضر کی سکالرشپ عمداً منظم حملوں پر کمربستہ نظر آتی ہے۔یہ مستشرقین اورناقدین،اوّل تو قرآن کریم کو''الہامی کتاب''ہی نہیں مانتے۔دوم اس میں تحریف وتبدل ثابت کرنے کیلئے سرتوڑ کوششیں ہنوز جاری ہیں۔ان مقاصد میں ناکامی کے بعد'تعلیمات کو توڑمروڑ کر پیش کرنا،سیاق وسباق کونظرانداز کر کے خودساختہ مطالب اخذ کرنا،حتّٰی کہ زبان وبیان اورانسان کی بنائی ہوئی گرامر کی روشنی میں نکتہ چینی کرنا،ان کی اس مُہم کا حصہ ہے۔جہاد' حقوقِ نسواں،اورحدود وتعزیرات سے متعلق آیات کوخاص طور پر تختۂ مشق بنایا گیا ہے۔اسی طرح بعض الفاظ اور اصطلاحات پر اعتراضات وارد کرنے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً حضرت مریمؑ کی عفت وعصمت کے ان الفاظ میں ذکرِ خیر وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَھَا فَنَفَخۡنَا فِیۡھَا مِنۡ رُّوۡحِنَا (سورۃ الانبیاء:92) کو عریانی اور پورنوگرافی قرار دیا گیا۔قرآن مجید میں مذکور بعض ناموں (مثلاً فرعون،مریم،ہارون،سامری وغیرہ) پر بھی بے بنیاد اوررکیک تنقید کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع ہونے والی تفاسیر میں اس قسم کے تمام اعتراضات اورہفوات کا محاسبہ کیا گیا ہے۔

نفرت پھیلانے کے انداز کوئی مغرب سے سیکھے۔سورۃ النساء کی آیت 35 کا نام ہی "Beating verse" رکھ دیا گیا ہے۔اس آیت میں نشوز کی عادی بیوی کی اصلاح کیلئے درجہ بدرجہ 3 اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔آخری ذریعہ اصلاح وَاضۡرِبُوۡھُنَّ یعنی معمولی سی بدنی سزا ہے۔حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنی بیویوں کو

مارنے پیٹنے والے اس اُمت کے بہترین لوگ نہیں ہیں۔ مزید برآں نبئ رحمت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیوی کے منہ پر طمانچہ نہ مارو اور نہ ہی کوئی ایسی ضرب ہو کہ جسم پر نشان پڑ جائے (ترمذی، مسلم)۔ اگر اس آیت میں تجویز کئے جانے والے پہلے دو اقدامات پر عمل کیا جائے تو تیسرے قدم کی نوبت ہی نہیں آتی۔ مسیحی علماء نے Doctrine of Original Sin کے تحت عورت ذات کو جو رگڑا لگایا ہے، اُس کی ابتدا اماں حوّا سے ہوئی ہے اور دیگر تمام حوّا زادیوں کو بھی اس میں شامل کرلیا گیا ہے۔ یہ ایک الگ موضوع ہے۔ کبھی اس پر بھی بات ہوگی۔ یاد رہے کہ عیسائی علماء نے عورتوں کو زدوکوب کرنے کیلئے سوٹی، ڈنڈے یا ہنٹر کے سائز بھی تجویز فرمائے ہیں!! تورات میں رُخصتی کے بعد دُلہن کی بکارت (کنوارپن) پر شک وشبہ اور جھگڑا ہونے کے بعد نوبیاہتا لڑکی کی سزا سنگساری مقرر کی گئی ہے (استثنا باب 21 آیت 21) ہم نے تو آج تک اس آیت کو (Stoning verse) کہہ کر یاد نہیں کیا۔ قرآنی حدود و تعزیرات پر مستشرقین بڑی لے دے کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں صرف 2 جرائم کی سزا موت ہے یعنی قتلِ عمد اور حرابہ (ڈکیتی جس میں جانی نقصان بھی ہوا ہو) جب کہ بائبل میں تقریباً 20 جرائم کی سزا موت ہے اور بائبل کی پسندیدہ سزائے موت ''سنگساری'' ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ شیشے کے محل میں بیٹھ کر پتھر پھینکنے کا عمل آج بھی جاری ہے۔

پادری ٹیری جونز کا شر انگیز منصوبہ

امریکی ریاست فلوریڈا میں گینزول (Gainsville) کے مقام پر ایک چرچ 'Dove World Outreach Center' کے نام سے قائم ہے۔ یہ پنٹی کوسٹل چرچ کی ایک منحرف شاخ ہے۔ 50 کے لگ بھگ لوگ اس چرچ سے وابستہ ہیں۔ ٹیری جونز اسی چرچ کا سربراہ ہے۔ 11 ستمبر 2001 کو نیویارک اور دوسرے مقامات پر ہونے والی دہشت گردی کے ردِعمل میں قرآن مجید کے نسخے نذر آتش کرنے کے منصوبہ کا اعلان کر کے اُسے شہرت ملی ع

وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے

اس پادری نے اسلام کے خلاف نفرت پھیلانے کے دوسرے ذرائع بھی استعمال کئے۔ مثلاً ٹی شرٹس اور Mugs کی فروخت جن پر اشتعال انگیز الفاظ موجود ہیں۔ اس نے ایک کتاب بھی اسلام کے خلاف لکھی ہے نیز بسوں کے ذریعے قرآن جلانے کی اشتہاری مہم بھی چلائی۔ میڈیا کو انٹرویو دیئے۔ اس اشتعال انگیز مہم میں مزید تیزی اُس وقت آئی جب اسے نیویارک کے ''گراؤنڈ زیرو'' کے قریب مسجد ''بیتِ قرطبہ'' (Cordoba House) سے جوڑ دیا گیا۔ نیویارک میں پہلے ہی 30 مساجد موجود ہیں۔ مسجد کا وجود یا اس کی تعمیر کوئی نئی چیز نہیں۔ ''بیتِ قرطبہ'' کو ایک ایسا سیاسی اور جذباتی مسئلہ بنا دیا گیا جس پر سیاست دانوں' دانش وروں' کالم نویسوں اور عام شہریوں نے اظہار خیال شروع کر دیا۔ اگر چہ مجوّزہ مسجد کی جگہ گراؤنڈ زیرو سے 600 فٹ دور ہے اور امام یا مسجد کے ترجمان نے یہ وضاحت بھی کر دی ہے ''قرطبہ ہاؤس'' ایک ''کمیونٹی سنٹر'' ہوگا جس کی 13 یا 15 منزلیں ہونگی۔ اس کمیونٹی سنٹر میں سوئمنگ پول، ریسٹورنٹ، تھیٹر، بک سٹور، کلچرل سنٹر، باسکٹ بال کورٹ، بچوں کی نگہداشت کا مرکز، اور بہت کچھ ہوگا۔ ایک فلور پر 2000 نمازیوں کیلئے نماز جمعہ ادا کرنے کی سہولت کا اہتمام کیا جائے گا۔ یہود اور نصاریٰ کیلئے بھی مراکز بنائے جائیں گے۔ انٹر فیتھ یعنی تبادلہء خیال کی سہولت بھی فراہم کی جائے گی۔ مگر امریکی عوام کی اکثریت نے گراؤنڈ زیرو کے قُرب وجوار میں مسجد یا اسلامک کمیونٹی سنٹر کی تعمیر پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور الفاظ اور افعال کی شکل میں شدید ردِعمل سامنے آیا ہے۔ بعض دُور دراز ریاستوں، ٹینیسی، کیلیفورنیا، وسکانسن وغیرہ میں واقع مساجد پر حملے بھی کئے گئے ہیں۔ ٹینیسی میں زیرِتعمیر مسجد کی مشینری جلا دی گئی۔ ری پبلکن پارٹی کے مشہور لیڈر نیوٹ گنگرچ نے کہا ہے کہ اگر مکہ معظمہ میں ایک گرجا بنانے کی اجازت دی جائے تو گراؤنڈ زیرو پر بھی مسجد بنانے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ بہت سے لوگوں نے یہ رائے دی ہے کہ اس مقام پر 2001 میں ''مسلمان'' ہائی جیکروں نے دہشت گردی کی واردات میں تقریباً 3000 افراد کو قتل کر دیا تھا اب اس مقتل اور قبرستان پر مسلمان مسجد کی شکل میں اپنی فتح کی یادگار تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس پروپیگنڈے سے امریکی عوام میں اچھا خاصا اشتعال پھیلا ہے۔ ''بیتِ قرطبہ'' کے امام نے فراست سے کام لیتے ہوئے ایک اچھا فیصلہ کیا ہے۔ اس عمارت کا نام بدل کر اسے ''پارک 51'' کر دیا ہے۔ مگر اس حیلے کے باوجود اشتعال میں کمی نہیں آئی۔

البتہ یہ بات خوش آئند ہے کہ امریکی میڈیا کے معتدل عناصر، اور مذہبی رہنماؤں نے ٹیری جونز کی شدید مذمّت کی ہے اور اُسے ایک ''پاگل اور خبطی'' قرار دیا گیا ہے۔ امریکی حکومت کے سرکردہ لیڈروں نے بھی اُسے مشورہ دیا ہے کہ وہ قرآن سوزی کے منصوبے کو ترک کردے۔ افغانستان میں امریکی افواج کے سپہ سالار David Petraeus نے بھی واضح کیا ایسی حرکت سے افغانستان میں امریکی اور NATO افواج کیلئے خطرات بڑھ جائیں گے۔ سیکرٹری دفاع، رابرٹ گیٹس نے بھی ٹیری جونز کو اس منصوبے پر عمل درآمد سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ قرآن سوزی کیلئے مقررہ دن سے ایک روز قبل'10 ستمبر 2010 کو ٹیری جونز نے اس حرکت سے رُک جانے کا اعلان کردیا۔ یہ ایک اچھا فیصلہ تھا۔ اگر خدانخواستہ اُس دن پروگرام کے مطابق قرآن مجید کے نسخے نذرِ آتش کئے جاتے تو عالمِ اسلام میں سخت ردِعمل سامنے آتا اور امن عامہ کی صورتِ حال قابو سے باہر ہوجاتی۔ ممکن تھا کہ امریکہ میں بھی تشدّد کے واقعات ہوجاتے۔ اس حوالے سے بعض معتدل آوازیں بھی سننے کو ملیں۔ لبنان یونیورسٹی کے شعبہء تاریخ کے پروفیسر' محمود جواد نے نیویارک کے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ مجوّزہ مسجد، گراؤنڈ زیرو سے کہیں دُور تعمیر کرلیں۔

(پاکستان ٹائمز میگزین، ستمبر9تا15 ستمبر2010صفحہ 38)

یہی مشورہ سارہ پالن نے بھی دیا ہے۔ قرآن مجید مسجد کی بنیاد رکھنے کے حوالے سے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ مسجد کی بنیاد 'ضِدّ'' یا کسی اور مقصد یا وجہ کی بجائے ''تقویٰ'' پر استوار کی جائے (سورۃ التوبہ آیات108-109)

مجھے نیویارک کو اچھی طرح گھوم پھر کر دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ وہاں ٹرانزٹ مسافر کے طور پر ایک آدھ دن گزارا ہے۔ البتہ بعض دوستوں نے بتایا ہے کہ گراؤنڈ زیرو کا ماحول مسجد کیلئے موزوں نہیں ہے۔ عریاں ناچ، سٹرپ کلب، فحاشی کے دیگر مراکز کے جھرمٹ میں مسجد بنا کر غالبؔ کی اس خواہش کی تکمیل تو ہوسکتی ہے۔ ''مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیئے'' حصولِ تقویٰ اور سلوک کی منزلیں طے نہیں ہوسکتیں!

کیا ڈاکٹر ٹیری جونز نے قرآن کھول کر دیکھا ہے؟

جب میڈیا کے نمائندوں نے ٹیری جونز سے پوچھا کہ کیا اُنہوں نے قرآن پڑھا ہے تو پادری صاحب نے اعتراف کیا کہ انہوں نے قرآن نہیں پڑھا۔ قرآن کریم کے مندرجات کا مطالعہ کئے بغیر پادری صاحب نے کس طرح دس نکات پر مشتمل ''فردِ جرم'' اُس کتاب پر عاید کردی ہے جو 1.5 بلین مسلمانوں کو جان سے بھی زیادہ عزیز ہے؟ اس وقت ڈاکٹر ٹیری جونز کے وہ دس نکات میرے سامنے ہیں۔ ان بودے اعتراضات کا تجزیہ پیش کرنے سے مضمون کی طوالت میں اضافہ ہوجائے گا، جس سے میں بچنا چاہتا ہوں۔ سرِ دست اتنا ضرور عرض کروں گا کہ مسیحیت کے حوالے سے قرآن مجید میں کیا کچھ موجود ہے؟

1۔ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ اور نانی' حضرت مریمؑ کے گارڈین حضرت زکریاؑ اور اُن کی اہلیہ نیز ان کے فرزند حضرت یحییٰؑ کا ذکرِ خیر موجود ہے۔

2۔ اگرچہ قرآن مجید میں چند سورتیں انبیاء ومرسلین کے نام پر ہیں (مثلاً یونسؑ، ہودؑ۔ یوسفؑ، ابراہیمؑ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نوحؑ وغیرہ) لیکن ایک سورت ایسی بھی ہے جو ایک نیک اور پاک خاتون کے نام پر ہے یعنی حضرت مریمؑ۔ اس سورت میں حضرت مریمؑ کو فرشتے کی وساطت سے ایک فرزندِ صالح عطا کئے جانے کی بشارت درج ہے اور یہ خبر بھی کہ اُسے مقام نبوت سے سرفراز کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ یہ واحد قرآنی سورت ہے جو کسی خاتون کے نام پر ہے۔

3۔ حضرت مریمؑ صدیقہ کی عفت وعصمت کی گواہی دی گئی اور یہود نامسعود کی تہمتوں اور بہتانوں کا ردّ کیا گیا ہے۔

4۔ حضرت عیسیٰؑ کے مشن کے حوالے سے بتایا گیا کہ اُن کا مقام بنی اسرائیل کیلئے رسول اور ''مسیح موعود'' کا ہے

5۔ حضرت عیسیٰؑ کو تورات کا غیر معمولی علم عطا کرنے کا ذکر بھی موجود ہے

6۔ حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی تعلیمات اور معجزات کا تذکرہ۔

7۔ حضرت عیسیٰؑ کی بعض مقبول دعاؤں اور پیشگوئیوں کا ذکر

8۔حضرت عیسیٰ ؑ کے حواریوں کا ذکر کہ کس طرح انہوں نے مخلص انصار بن کر مامورِ زمانہ کی تائید ونصرت کی

9۔رُوح القدس کی تائیدات کا حضرت عیسیٰ ؑ کے شاملِ حال ہونے کا ذکر

10۔حضرت عیسیٰ ؑ کے دُنیا وآخرت میں وجیہہ ہونے کی پیشگوئی بعض اور پہلوؤں کا ذکر بھی ہے، جن کے بارے میں انجیل خاموش ہے۔

قرآن مجید کو نذرِ آتش کرنے کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اُس کے ساتھ ہی مسیحیت سے تعلق رکھنے والا یہ قیمتی مواد بھی شعلوں کی نذر ہو جائے گا۔ بالفاظ دیگر مسیحیت ہی کو آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ کاش پادری صاحب نے قرآن شریف پڑھا ہوتا۔

میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

مستشرقین اور عیسائی مشنریوں کی اسلام دشمن کوششیں قابلِ مذمت ہیں۔ مگر یہ پہلو بھی انتہائی تکلیف دہ ہے کہ انتہاء پسند مسلمانوں نے بھی قرآن کریم کو بازیچہء اطفال بنا کر اپنے مظالم کا نشانہ بنایا ہے اور نادانستہ طور پر مستشرقین اور مسیحی ناقدین کے ہاتھ مضبوط کئے ہیں۔ اخوان المسلمون (مصر) سلفی علماء (الجیریا)، مودودی صاحب کی جماعت اسلامی (پاکستان) اور اس کے انڈونیشین ایڈیشن (جماعہ اسلامیہ) نے ''جہاد کے نام کی جو غلط تشریح کی ہے'' اُس نے القاعدہ اور طالبان کے طریق کار کو جواز بخشا ہے۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا سا بھی انقباض اور تأمّل نہیں کہ القاعدہ، طالبان، اور شباب (صومالیہ) حضرت علیؓ کے عہد کے ''خوارج'' کا عہد حاضر میں ظہور ہیں۔ خوارج بھی صرف اپنا اسلام درست مانتے تھے اور اس غلو میں اختلاف رکھنے والے ہر شخص کو کافر، گمراہ اور واجب القتل مانتے تھے۔ ان خوارج نے خلیفہء راشد، علی مرتضیٰؓ سمیت اور بہت سے صحابہ کو کافر اور واجب القتل قرار دیا بلکہ بہت سے ان کے ہاتھوں سے شہید بھی کئے گئے۔ قرآن مجید کی آیات سے القاعدہ اور طالبان نے جو سلوک کیا ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ خلافتِ اسلامیہ کے نام پر وہ اپنے سیاسی ایجنڈے اور ہوسِ اقتدار کیلئے آیاتِ قرآنی کی خود ساختہ تفسیر کرتے ہیں۔ ان ''جہادی'' علماء کی تفسیر کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔ (ان اقوال وافعال کا مختلف امصار و دیار سے تعلق ہے۔)

i۔ برطانیہ۔ 19 ہائی جیکروں کی تحسین وتوصیف

جہادی علماء کے زیر سایہ ''المہاجرون''، تنظیم برطانیہ میں خاص طور پر متحرک رہی ہے۔ برطانیہ کو ''فتح'' کر کے اُسے خلافتِ اسلامیہ کی بین الاقوامی ''مملکت'' کا حصہ بنا کر وہاں بھی شرعی احکام نافذ کرنا اس کے مقاصد میں شامل تھا۔ امریکہ میں ''نائن الیون'' کی دہشت گردی میں مُلوّث عرب نوجوان اُن کے ''ہیروٗ'' تھے۔ المہاجرون نے ان 19 ہائی جیکروں کی تصاویر ایک یادگاری کارڈ پر شائع کیں۔ اور ان کی تعریف و مدح کرتے ہوئے سورت الکھف کی آیات 15/14 اُس کارڈ پر چسپاں کیں اور ان نوجوانوں کے ایمان اور ایثار کو اُمّہ کے نوجوانوں کیلئے نمونہ قرار دیا۔ ان آیاتِ قرآنی کو زور لگا کر ان 19 دہشت گردوں پر چسپاں کر دیا گیا حالانکہ ان آیات میں اُن مؤحّد نوجوانوں کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل پیرا تھے اور رومن حکام کے ظلم اور تشدّد سے بچنے کیلئے غاروں میں پناہ گزین رہے اور لمبے عرصے تک صبر آزما حالات کا مقابلہ کیا۔ کہاں اُن مؤحّدوں کی توحید اور کہاں اِن گمراہ نوجوانوں کی دہشت گردی اور خودکُشی۔

ii۔ عراق میں سورۃ التوبہ کی آیت 14 کی عملی تفسیر

سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ التوبہ کی اس آیت میں اُس زمانے کے اُن سخت جان کُفّار عرب کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدے کئے اور اُنہیں بار بار توڑا۔ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ وجدل، فتنہ وفساد اور شر انگیزی میں مصروف رہے یا بدنیتی سے معاہدۂ امن کی تجدید سے عمداً گُریز کیا۔ ان مکار اور دھوکے باز کُفّار کے خلاف فوجی کارروائی کرنے کا ذکر ہے۔ یہ صورتِ حال تو عہد حاضر کے سخت جرم، ''ٹریژن'' سے بھی بدتر ہے۔ مگر عراق میں

القاعدہ کے امیر، مصعب الزرقاوی اور اُس کے خونخوار ساتھیوں نے بار بار اس آیت کی عملی تفسیر کا جو نمونہ پیش کیا، اُسے انہی لوگوں نے ویڈیوز میں محفوظ کر کے الجزیرہ اور عرب ٹی وی پر تشہیر کروائی۔ دوسرے چینلز نے بھی ان مناظر کو جزوی طور پر دکھایا۔ اس قسم کی وارداتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ قابو آنے والے غیر ملکی قیدیوں کو ذبح کرتے وقت یہ آیت (سورۃ التوبہ کی آیت) 14 پڑھی جاتی تھی۔ اس انسانی مذبح خانے میں دیوار پر سیاہ بینر آویزاں تھا جس پر سفید روغن کے ساتھ جلی حروف میں کلمہ طیبہ کے مقدس الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے ایک قطار میں ایستادہ، پانچ چھ نوجوانوں نے اپنے چہروں کو مکمل طور پر چھپایا ہوا ہوتا تھا۔ صرف ڈاکوؤں والی خونخوار آنکھیں نظر آتی تھیں۔ فرش پر بدقسمت قیدی کو بٹھایا جاتا تھا جس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوتے تھے۔ مجاہدین اسلام کا یہ دستہ پہلے تکبیر کا نعرہ بلند کرتا۔ پھر اُن کا لیڈر' غالباً مصعب زرقاوی اپنے ہاتھ سے اس قیدی کو ذبح کرتا۔ ایک بار پھر نعرۂ تکبیر بلند کیا جاتا اور اس کے معاً بعد' سورۃ التوبہ کی محولہ بالا آیات دُہرائی جاتیں!! کیا ان آیات کے سیاق وسباق کا یہی مقصد و مدعا ہے کہ بے بس قیدی کا رقصِ بسمل دیکھا اور دکھایا جائے؟ سچ ہے خدا کے ہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں۔ یہی زرقاوی اور اس کے قصاب فطرت ساتھی، امریکی میزائل میں ہلاک ہوگئے۔ اس مفسّر سے اگلے جہان میں کیا سلوک کیا جاتا ہے اس کا علم صرف خدائے علیم وخبیر اور قہار و جبار کو ہے!

iii۔ افریقہ میں ایک نئی تفسیر کا پرچار

چند سال قبل مجھے مغربی افریقہ کی جماعت احمدیہ سیرالیون کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس سفر کے دوران' یونیورسٹی آف سیرالیون، کے چند طلبہ نے سورۃ التوبہ کی آیت 110 کے حوالے سے ایک سوال پیش کیا۔ اُنہیں کسی مُلّا نے' (جو عرب ممالک سے تفسیر قرآن سیکھ کر آیا تھا) بتایا کہ اس آیت میں نیویارک میں واقع Twin Towers کے تباہ کئے جانے کا ذکر ہے۔ ان کے مُلّا کے بقول یہ پیشگوئی 11 ستمبر 2001 کو پوری ہو چکی ہے۔ مجھے یہ جھوٹی کہانی سُن کر روحانی کوفت ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ اس آیت میں مدینہ کی مضافاتی بستی' قُبا' میں منافقوں کی طرف سے تعمیر کی جانے والی ''مسجد ضرار'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس مسجد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک سے واپسی پر' باذن الٰہی' آگ لگوا کر تباہ کروادیا تھا۔ مسجد ضرار' نام کی ''مسجد'' تھی۔ درحقیقت یہ اسلام کے خلاف سازشوں کا گڑھ تھی۔ منافقین کے ان مقاصد کا سورۃ التوبہ کی آیت 107 میں ذکر موجود ہے۔ میں نے طلبہ سے گزارش کی کہ وہ کسی بھی مسجد' لائبریری یا کسی عالمِ دین کے گھر جا کر نئی اور پرانی تفاسیر کا براہِ راست جائزہ لے لیں۔ سورۃ التوبہ کی آیت 110 میں مذکور عمارت لازماً مسجد ضرار ہی ہوگی۔ طلبہ نے بتایا کہ اُن کے ''شیخ صاحب'' نے انہیں یہی بتایا کہ چونکہ آیت کا نمبر 110 ہے اور نیویارک کے ان ٹاورز کی منزلوں کی تعداد بھی 110 تھی۔ لہٰذا اس آیت میں اُن جڑواں عمارات کا ذکر ہے جنہیں عرب ممالک کے 19 ہائی جیکروں نے تباہ کردیا!' 'جہاد' ' کے مقدس نام پر دہشت گردی اور خودکش حملوں کو جواز بخشنے کیلئے جہادی مُلّا نے قرآن کو موم کی ناک بنا کر' یہ خودساختہ تفسیر کی۔ کیا یہ اسلام اور قرآن کی خدمت ہے؟ یا دونوں کی دشمنی اور بدترین توہین۔ میں اس گفتگو کو علامہ اقبالؔ کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں ؎

گلہ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بُت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

ایسی تفاسیر سے آگاہ ہو کر غیر مسلم دشمن' قرآن کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا؟

دشمنانِ اسلام کی چیرہ دستیاں

تاریخ گواہ ہے کہ انسانیت اور تہذیب وتمدّن کے دشمن' اسلام سے بغض کی وجہ سے موقع پا کر' مسلمان ممالک میں کتب خانوں اور کتابوں کو تباہ و برباد کرتے رہے

ہیں۔1258ء میں ہلاکو خان نے بغداد کو تباہ کر دیا۔ مورخین نے مقتولوں کی تعداد اٹھارہ سے بیس لاکھ تک بیان کی ہے۔ محلات، عمارات اور تجارتی مراکز' منہدم کر دیئے گئے۔ لائبریریوں سے کتابیں اُٹھا کر دریائے دجلہ میں پھینک دی گئیں۔ ان میں قرآن کریم کے نسخے، تفاسیر اور احادیث کے مجموعے اور دیگر کتابیں بھی تھیں۔ دریا میں کتابوں کے پشتوں سے جزیرے بن گئے۔ کتابوں کے صفحات کی سیاہی سے اتنے بڑے دریا کا پانی سیاہ ہوگیا۔ علم اس طرح کہیں اور رسوا نہ ہوا ہوگا۔ سقوطِ بغداد کے 234 سال بعد' 1492 میں مسیحی افواج نے سپین میں آخری مسلم ریاست' پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں سب سے اونچی عمارت پر صلیب نصب کر دی۔ سقوطِ ہسپانیہ ہماری تاریخ کا بہت بڑا سانحہ ہے۔ 1501 میں ملکہ ازابیلا کے حکم پر قرآن مجید کے ہزاروں نسخے نذرِ آتش کر دیئے گئے۔ چُن چُن کر عربی کتابیں جلا دی گئیں۔ اگلے ہی سال' یہود کی طرح مسلمانوں کو بھی حکم دیا گیا کہ ملک سے نکل جائیں یا مسیحیت قبول کر لیں۔ جن کو دین عزیز تھا وہ شمالی افریقہ چلے گئے۔ باقی لوگوں کیلئے ارتداد کا راستہ کھلا تھا۔ لیکن ارتداد بھی اُن کی زندگی کی ضمانت ثابت نہ ہوا۔ Inquisition کا عذاب ان پر مسلّط کر دیا گیا۔ تفاصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے:

In The Name Of Heaven مصنفہ Mary Jane Engh ناشر Prome theus Books ایڈیشن 2007 صفحہ 139

1947 میں قیامِ پاکستان کے وقت مشرقی پنجاب اور بعض اور علاقہ جات کے مسلمانوں پر ایک قیامت صغریٰ ٹوٹ پڑی۔ مسلم آبادی کے انخلاء کے دوران' مسجدوں کی ویرانی اور بربادی کے ساتھ ساتھ قرآن مجید اور دینی کتب کی وسیع پیمانے پر بے حرمتی کی گئی۔ کلام الٰہی کے نسخے جلا دیئے گئے یا اُن کے اوراق پھاڑ کر گلی کوچوں میں منتشر کر دیئے گئے۔ یورپ کو تہذیب وتمدن کا گہوارہ سمجھنے والوں کیلئے ایک تازہ مثال پیش ہے۔ 1990 کے عشرے میں سربوں نے جب بازنیا میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا تو اسلام سے اپنے بُغض اور نفرت کی وجہ سے ان کی کتابوں کو بھی معاف نہ کیا۔ سرب درندوں نے 25 اگست 1992 کو بمباری کر کے سَرَاجیوو میں واقع 15 لاکھ نادر کتابوں کے عظیم مخزن' بازنین نیشنل اور یونیورسٹی لائبریری کو تباہ و برباد کر دیا۔ ملاحظہ فرمائیے Matthew Battles کی کتاب Library, An Unquiet History ناشر W.W.Norton ایڈیشن 2003 صفحہ 185۔ لیکن کیا اس قسم کے حوادث نے اسلام کی علمی عظمت کا خاتمہ کر دیا؟ کیا بار بار قرآن کے نسخے جلانے سے قرآن کی محبت دلوں سے محو ہوگئی؟ کیا حکمرانوں' جرنیلوں اور مذہبی رہنماؤں کی اس قسم کی سازشوں اور ظالمانہ کارروائیوں سے قرآن کریم صفحۂ ہستی سے معدوم ہوگیا؟ بے چارے ٹیری جونز کی ناپاک جسارت سے کیا بگڑتا ہے۔ یہ امریکہ کی خوش قسمتی ہے کہ اس سرزمین پر اس ظلم کی نوبت نہیں آئی۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ جس طرح قرآن کریم لوحِ محفوظ پر محفوظ ہے اسی طرح اہلِ ایمان کے قلوب واذہان میں بھی زندہ وتابندہ ہے۔

اسلام اور قرآن کا روشن مستقبل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انفاس قدسیہ کی برکت سے' اسلام' مادیت اور لادینیت کے اندھیروں کے باوجود' شاہراہِ ترقی پر گامزن ہے۔ ایوانِ احمدیت میں ہر نیا دن نئی خوشخبریوں کے ساتھ طلوع اور رخصت ہوتا ہے۔ اسلام اور قرآن کا عالمگیر غلبہ تقدیرِ الٰہی ہے مگر دورِ حاضر میں یہ خدمت مسیح محمدیؐ کے غلاموں کو سپرد کی گئی ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہر احمدی کو قرآن مجید کی ابدی صداقت پر کامل یقین ہے۔ آج روئے زمین پر جماعتِ احمدیہ ہی واحد جماعت ہے جو قرآن کریم میں کسی قسم کے ناسخ ومنسوخ کی قائل نہیں۔ جماعتِ احمدیہ مُسلمہ کا عقیدہ ہے کہ انشاء اللہ اسلام انجام کار غالب آئے گا۔ یہ غلبہ دہشت گردی' جبر وتشدد' خودساختہ غیر اسلامی جہاد وقتال سے نہیں ہوگا بلکہ یہ انقلاب نیک نمونہ' مخلوق کی ہمدردی' قرآنی معارف کی تبلیغ وترویج اور خلقِ خدا کی ہدایت کیلئے عاجزانہ دعاؤں سے برپا ہوگا۔ ہم لوگ پادری ٹیری جونز کی دھمکیوں' مستشرقین کی تصانیف اور مسیحی منّادوں کی سکیموں سے گھبرانے والے نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ماضی کی طرح اس قسم کی تمام حاسدانہ جسارتوں کے خس وخاشاک بھی نیست ونابود ہو جائیں گے۔ اس مرحلے پر' حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات' تبرّک اور یاددہانی کے طور پر پیش

کئے جارہے ہیں۔ادب اور توجہ سے ملاحظہ فرمائیے:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

1۔''میں بار بار کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحبِ کرامات بنا دیتا ہے اور اس کامل انسان پر علومِ غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا''

(انجامِ آتھم، روحانی خزائن جلد11 صفحہ345)

2۔''جاننا چاہیئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا ہر جوایک قوم اور ہر ایک اہلِ زبان پر روشن ہوسکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر ایک ملک کے آدمی خواہ ہندی ہو یا پارسی یا یورپین یا امریکن یا کسی اور ملک کا ہو ملزم وساکت ولاجواب کرسکتے ہیں۔وہ غیر محدود معارف وحقائق وعلوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کیلئے مسلّح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔''

(ازالہء اوہام حصہ اول' روحانی خزائن جلد3 صفحہ 255-256)

3۔''حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اُس کے ظلّ تھے۔سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔کیونکہ جیسا کہ خدا نے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فی القرآن تمام قسم کی بھلائیاں قرآن ہی میں ہیں۔یہی بات سچ ہے۔افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے۔کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں نجات دے سکے۔''

(کشتئ نوح روحانی خزائن جلد19 صفحہ28-29)

درجِ ذیل نصیحت پر خاص طور پر غور فرمائیے:

''تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اس میں زندگی ہے۔جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر یک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدّم رکھا جائے گا۔نوعِ انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اُس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔''

(کشتی نوح ' روحانی خزائن جلد19 صفحہ 14,13)

پھر یہ بھی ملاحظہ کیجئے کہ اسلام اور قرآن کی خدمت کے نتیجے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کیلئے جنہیں،حضورؑ اپنے درختِ وجود کی شاخیں قرار دیتے ہیں، کیسی کیسی علمی اور روحانی برکات مقدّر ہیں!

5۔''اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دُنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم ومعرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا مُنہ بند کردیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔''

(تجلّیات ِ الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

حاجی احمد جی صاحب ؓ

صفیہ بیگم رعنا

آؤ ذرا جھانکیں ماضی کے دریچوں سے
کہاں ٹوٹے پڑے ہیں نایاب ٹکڑے ہیروں سے

میرے نانا جان حاجی احمد جی ضلع ہزارہ داتہ گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انکے والد ماجد بہت بڑے لینڈ لارڈ تھے۔ نمازی، تہجد گزار، نیک اور ولی اللہ تھے۔ ہروقت مسجد میں اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ میرے نانا جان اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ بہت پارسا، غریب نواز اور سخی تھے۔ غریبوں، یتیموں و بیواؤں کو ہر فصل سے غلہ اور پھلوں سے حصہ دیتے۔ ہر جمعرات کو دودھ سارے کا سارا غریبوں کو تقسیم کرتے تھے۔ اگر کسی کو ضرورت ہوتی تو جنگل سے لکڑی، ہر قسم کی عمارتی یا دوسری انہیں مہیا کرتے تھے۔ سُنّی مسلک کے کچھ لوگ اب تک ان کی قبر پر جاتے، دعا کرتے اور منتیں مانتے ہیں اور جھنڈے بھی چڑھاتے ہیں۔

میرے نانا جان حاجی احمد جی اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلے جو ایک بہت نیک اور بزرگ انسان تھے۔ انکے والد صاحب کا نام ولی ملاں موسیٰ تھا۔ میرے نانا جان جب اٹھارہ انیس سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ سارا بوجھ ان کے کندھوں پر آن پڑا۔ آپ نے اسی طرح جیسے انکے والد صاحب کا لوگوں سے حسن سلوک تھا، وہ حسنِ سلوک جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور والدین کی دعاؤں سے دین و دُنیا دونوں لحاظ سے بہت کامیاب زندگی گزاری۔ نہایت برگزیدہ پرہیز گار، نمازی تہجد گزار نیک بزرگ تھے۔ وہ سُنّی عقیدہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اُنہیں قبر پوجا، بدرسومات، جھوٹ ہر قسم کی ایسی بری چیزوں سے نفرت تھی۔ نماز پنجگانہ کی ادائیگی اور ذکرِ الٰہی بہت پابندی سے کرتے۔ اور اُنہیں حق کو جاننے کی جستجو تھی کہ کونسا مذہب، کونسی راہ سیدھی ہے۔ پھر جب وہابیوں سے ملے تو اُن کو بدرسومات سے پاک سمجھا اور وہابی ہوگئے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس فرقہ کو بھی چھوڑ دیا۔ پھر رو رو کر اللہ تعالیٰ سے سیدھی راہ کی جستجو میں دعائیں کرتے رہے۔ دریں اثناء انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔ حج کی ادائیگی ان دنوں آسان کام نہیں تھا، سفر کی ایسی سہولتیں نہ تھیں۔ والدہ صاحبہ انہیں اجازت نہیں دے رہی تھیں۔ بڑی مشکل سے منت سماجت کر کے اجازت لی۔ کیونکہ عمر چھوٹی تھی اور سفر کٹھن تھا۔ آخر والدہ نے دو ملازم بھی ساتھ روانہ کئے اور ماں کی دعاؤں کے ساتھ وہ حج کو روانہ ہوئے۔

سفر میں بہت صعوبتیں آئیں، سفر کا کچھ حصہ پیدل، کبھی گھوڑے پر اور کبھی اونٹ پر طے کیا۔ آخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکہ مدینہ پہنچے اور حج کا فیض پایا جو بہت روحانی سکون کا باعث بنا۔ بہت دردِ دل سے وہاں دعائیں کرنے کا موقع ملا۔ دس ماہ کے بعد واپس برِصغیر پہنچے۔ دورانِ سفر قبولِ احمدیت کی توفیق حاصل ہوئی، اس کی روئیداد درجِ ذیل ہے:

جب پنجاب کی سرحد میں تشریف لائے چونکہ سفر کی سہولتیں نہ تھیں، تھکاوٹ کی وجہ سے ایک درخت کی چھاؤں میں نوکروں کو آرام کرنے کا کہا اور خود بھی سستانے لگے۔ اُس درخت کا نام ریتی چھلہ تھا۔ اسی حالت میں کچھ نیم غنودگی کی حالت میں یعنی ایک کشفی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا۔ اور قادیان کا نام بھی بتایا گیا۔ اور آواز آئی کہ اتنا سفر کیا ہے اب اسی شخص سے بھی ملتے جاؤ۔ یعنی فیض حاصل کرو۔ یہ سنتے ہی ایک دم بیدار ہو گئے۔ اور کسی راہ گیر سے راستہ پوچھا اور قادیان کی طرف چل پڑے اور بالآخر قادیان یعنی اپنی منزل جا پہنچے۔ وہاں ایک چھوٹے سے کمرے میں حضور چند احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اجازت لیکر اندر داخل ہوئے۔ تو حضور کو جب دیکھا تو سبحان اللہ کہہ کر کہا کہ یہ وہی مبارک پُر نور چہرہ ہے جسے میں نے کشف میں دیکھا ہے۔ حضور کے ساتھ مصافحے کا شرف حاصل کیا۔ حضور نے بھی اُنہیں دیکھ کر فرمایا کہ میں نے ابھی

ابھی جس کو دیکھا ہے یہ وہی شخص ہے جو میری طرف آ رہا ہے۔ حاجی احمد جی نہایت خوش ہوئے۔ اور سب حال حضورؑ سے بیان کیا۔ حضورؑ نے فرمایا ہاں بے شک خدا نیک روحوں کو میری طرف بھیجے گا۔ کچھ ہفتے حضورؑ کی خدمت میں رہے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ جس حق کی مجھے جستجو تھی وہ پالیا۔ اُن کے ایک خادم کچھ دن بیمار رہ کر وفات پا گئے اور قادیان میں ہی دفن کئے گئے۔ اُنکا نام فقیر محمد تھا بہر حال میرے نانا جان راہِ حق پانے کے بعد بہت خوش اور پُر سکون تھے۔ آخر والدہ صاحبہ کا خیال آیا تو حضورؑ سے اجازت لے کر اپنے گھر واپس آ گئے۔ گاؤں کے لوگوں کو پتہ چلا تو دو میل کے فاصلے پر اُنکے استقبال کیلئے آ گئے۔ اور گھر بھی ملنے کیلئے اور حالات سننے کیلئے آئے۔ تین چار بڑے زمینداروں کو حضرت صاحبؑ والا واقعہ بھی بتایا اور کہا خدا کے فضل سے میں زمانے کے امام مہدی سے بھی ملکر' جن کے متعلق رسولِ پاک ؐ نے چودھویں صدی میں ظہور کا کہا تھا، ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدی بن کر آیا ہوں۔ تو اس طرح کچھ چیدہ چیدہ بڑے زمیندار بھی احمدی ہو گئے۔

حاجی احمد جی' حضرت مسیح موعودؑ کے 313 صحابہؓ میں سے تھے۔ 1902 میں انہوں نے بیعت کی تھی۔ جب لوگوں کو پتہ چلا کہ حاجی صاحب احمدی ہو گئے ہیں تو انہوں نے مخالفت شروع کر دی اور تکلیفیں دینی شروع کر دیں۔ مسجد میں جب نماز پڑھتے اور سجدے میں جاتے تو لوگ ان کے اوپر کوڑا کرکٹ پھینکتے۔ حالانکہ مسجد جو گاؤں میں بنی تھی تو اس کی تعمیر میں آدھا خرچ حاجی صاحب کا تھا اور باقی آدھا خرچ سب گاؤں والوں نے مل کر دیا تھا مگر قبولِ احمدیت کے بعد اسی مسجد میں نماز کیلئے پریشان کرتے تھے۔ بالآخر انہوں نے اپنے جنگل سے درخت کٹوا کر اپنے گھر کے اوپر مسجد بنوائی۔ وہاں بھی شر پسندوں نے مسجد کو آگ لگانے کی کوشش کی۔ ساتھ ہی نائی کا گھر تھا اسکو آگ لگائی تا کہ مسجد جل جائے۔ نائی کا گھر جل کر خاک ہو گیا مسجد کے پاس سے شعلے ٹکرا کر واپس آ جاتے تھے مگر خدا تعالیٰ نے مسجد کو محفوظ رکھا۔ الغرض مخالفین نے جتنی تکلیفیں دیں اُتنی ہی زیادہ ایمانی ترقی اللہ تعالیٰ نے نانا جی کو نصیب کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے محتاج نہیں تھے بلکہ اپنے مخالفین کی بھی مشکل وقت میں مدد کرتے تھے۔ اسی طرح غریب، یتیم بیواؤں کو ہر فصل سے زرعی اجناس دیتے اور ہر قسم کی ہمدردی کرتے۔

نانا جان نے اپنے بچوں کو بھی قادیان لے جا کر بیعت کروائی۔ ہر سال جلسہ پر جاتے اور ہفتہ عشرہ وہاں ٹھہرتے تھے۔ احمدیت سے بہت عقیدت تھی۔ تمام قسم کے چندہ جات نہایت اہتمام سے ادا کرتے۔ اور ان میں اپنی آمدنی، غلہ جات وغیرہ کا حساب بھی شامل کر کے پورے حساب سے ادائیگی کرتے تھے۔ نماز وقت پر ادا کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہتے۔ اپنی جیب میں ہمیشہ گھڑی رکھتے۔ نماز پڑھتے وقت ان کے چہرے پر ایسے تاثرات ہوتے جیسے وہ کسی دوسری دنیا میں ہیں۔ نہایت عاجزی اور انہماک سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوتے۔ اور تہجد بھی بہت خشوع وخضوع سے پڑھتے۔ اسی طرح التزام سے روزے بھی رکھتے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ 1930 میں بیمار ہو گئے۔ اور انہیں کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا سے رخصتی کا اشارہ بھی ہوا تھا۔ نومبر کا مہینہ تھا۔ اپنی صحت کیلئے دعا کی کہ اے قادرِ مطلق! اب سردی کی لمبی راتیں آئی ہیں مجھے سخت افسوس ہو رہا ہے کہ میں دنیا سے چلا جاؤں گا اور ان لمبی راتوں میں تہجد کا حظ نہیں اٹھا سکوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی انہیں شفا عطا فرمائی۔

آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ جماعت کے شعبہ تعلیم و تربیت کے نگران تھے۔ ہر احمدی کے حالات سے واقف رہتے تھے۔ کفایت شعاری کو پسند کرتے تھے۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ کو مدِ نظر رکھتے تھے۔ آپ بہت بارعب، وجیہہ تھے، بہادر تھے اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ ملنے والوں میں بہت ہر دلعزیز تھے۔

80 سال کی عمر میں 31 اگست 1936 میں اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اُنکی وفات کا سن کر سارے ضلع ہزارہ سے لوگ جوق در جوق آئے۔ سُنّی احباب نے علیحدہ اور احمدیوں نے علیحدہ آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ یکم ستمبر کو انکی آخری آرام گاہ انکی اپنی زمین کے ایک پُر فضا مقام پر بنائی گئی اور انہیں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ دے، آمین ثم آمین۔ آپ کے تینوں بیٹے اور چار بیٹیاں خدا کے فضل سے احمدی ہیں اور ان کی اولاد بھی باوجود سخت مخالفت اور مشکلات کے پورے ایمان کے ساتھ احمدیت پر قائم ہے۔ لوگ داتہ گاؤں کو چھوٹا ربوہ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انکی نسل در نسل کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ملے اور احمدیت کے پکے سچے خادم بنائے، آمین ثم آمین۔

مکرم ومحترم چوہدری محمد مالک صاحب چندھڑ شہید لاہور کا ذکرِ خیر

شہادت 28 مئی 2010 مسجد النور، لاہور

پروفیسر محمد شریف خان، فلاڈلفیا۔ امریکہ

گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ کی احمدیہ تاریخ میں چندھڑ خاندان نمایاں رہا ہے۔ ان کے جدّ چوہدری نواب خان جھنگ منگھیانہ میں سکونت پذیر تھے۔ انکی شادی سیالکوٹ کے ایک احمدی گھرانے میں ہوئی اور اس طرح وہ احمدی ہو گئے۔ جس پر انکے بھائی انکے جانی دشمن ہو گئے۔ ایک سکھ کو انعام کا لالچ دے کر چودھری صاحب کا سر لانے کی سازش کی، خدا تعالیٰ نے چوہدری صاحب کو دشمن کے وار سے بچایا۔ ان مخدوش حالات کے پیشِ نظر سارا خاندان ہجرت کر کے گکھڑ آبسا۔ جہاں زمینوں کی آمد اور اجناس کی آڑت سے گزر بسر ہونے لگی۔

چوہدری صاحب کے پانچ بیٹے تھے، فتح علی، 1952 سے قبل فوت ہو چکے تھے، ان کے بیٹے چوہدری محمد مالک صاحب بی اے والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ آپ جمعہ 28 مئی 2010 کو مسجد بیت النور میں خطبہ کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ شقی القلب خودکُش بمبار کی گولی لگنے سے جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ شہادت کے وقت آپکی عمر 93 سال تھی۔

چوہدری محمد ملک صاحب اور انکے چچا مرحومین چوہدری امانت علی، ظفر علی اور سلطان علی صاحبان، سب اپنے اپنے رنگ میں دین سے اخلاص کا تعلق رکھتے تھے۔ اور جماعت احمدیہ گکھڑ کے اہم ارکان تھے۔ افرادِ جماعت گکھڑ نے 1953 اور 1973 کے فسادات کے دوران قابلِ رشک پامردی سے مخالفت کا مقابلہ کیا اور جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے باوجود ہر طرح کی سخت مخالفت کے متحد رہی۔ 1952 میں میری فیملی آبائی گاؤں چک سان، ضلع گوجرانوالہ سے گکھڑ منتقل ہوئی۔ ابا جی (ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ابو حنیفی مرحوم) جماعت گکھڑ کے سیکریٹری مال مقرر ہوئے۔ جماعت کی کشادہ مسجد میں باقاعدہ عبادت کے لئے آنے جانے سے احباب جماعت سے رفتہ رفتہ شناسائی ہوتی گئی۔ جو بڑھ کر اخوت کے مضبوط رشتہ میں تبدیل ہو گئی اور تا حال قائم ودائم ہے۔ ان میں ایک دلآویز شخصیت چوہدری محمد مالک صاحب کی تھی۔

چوہدری محمد مالک صاحب کا بھرپور جوانی کا زمانہ تھا۔ آپ جماعت گکھڑ میں پڑھے لکھے، مُتدیّن اور نہایت شریف النفس اور شستہ طبیعت بزرگ تھے۔ آپکے خوبصورت چہرے پر خشخشی ریش اور ایک وجد آفرین مسکراہٹ اور آنکھوں میں محبت اور شفقت ہر وقت کھیلتی رہتی تھی اس پر مستزاد آپکی طبیعت میں ایک خاص قسم کا ٹھہراؤ تھا۔ آواز دھیمی اور وجد آفرین۔ موضع گکھڑ سے میرا براہِ راست تعلق 1952 سے 1963 تک رہا۔ میں نے کبھی چودھری صاحب مرحوم کو کسی سے اونچی آواز میں گفتگو کرتے نہ دیکھا نہ سنا۔ آپ ہر معاملہ کو بڑی خوش خلقی اور متانت سے حل فرماتے۔ آپ صبح کی عبادت کے بعد تفسیرِ کبیر اور حضرت مسیحِ موعودؑ کی کتب کا درس اس طرح نہایت دلنشین طریق اور پُر اثر آواز میں دیتے کہ میں جو اس وقت آٹھویں دسویں کا طالب علم تھا، اور اب جبکہ ستر کی دہائی میں جا رہا ہوں ان درسوں کی حلاوت ابھی تک میرے کانوں اور ذہن میں گونج اور محسوس ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب مرحوم کے درجات بلند سے بلند تر کرے۔ آمین۔

آپکا اپنے چچاؤں کے ساتھ زرعی کاروبار مشترک تھا۔ اختلافات لازم اٹھتے تھے۔ چوہدری صاحب کا دلنشین طرزِ استدلال ان تمام معاملات کو خوش اسلوبی سے پل بھر میں حل کرنے میں ہمیشہ مددگار ثابت ہوتا۔ 1963 میں خاکسار تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے منسلک ہوا۔ والد صاحب مرحوم بھی گکھڑ سے ہجرت کر کے میرے پاس ربوہ تشریف لے آئے اس طرح میرا رابطہ جماعت احمدیہ گکھڑ سے کسی قدر کٹ گیا۔ مگر ربوہ میں گکھڑ سے آتے جاتے احباب سے دوستوں کی خیریت معلوم ہوتی رہتی تھی۔

28 مئی 2010 کو لاہور میں احمدیہ مساجد پر جانکاہ بزدلانہ حملہ ہوا، جس کے دوران حملہ آوروں نے نہایت شکاوتِ قلبی سے خدا کے گھر میں دندناتے ہوئے نہتے رکوع وسجود میں مشغول عبادت گزاروں کے خون سے بلاخوف وخطر ہولی کھیلی، کہ اب ہر شریف آدمی کی نظر اس سانحے کے باعث جھک جھک جاتی ہے۔ اس دل

خراش سانحے کے شہداء کی فہرست یکم جون 2010 کے الفضل ربوہ میں شائع ہوئی، میں فہرست پڑھتے ہوئے ہر شہید کے لئے دعا کرتے ہوئے نمبر 21 پر چوہدری محمد مالک صاحب ولد چوہدری فتح محمد صاحب، جو ہر ٹاؤن لاہور کا نام پڑھ کر دُعا کرتے ہوئے گزر گیا۔ میرے سان گمان میں بھی نہ تھا یہ میرے ممدوح چوہدری صاحب تھے۔ اس فہرست میں میرے سارے پیارے شامل تھے جنہوں نے آگے بڑھ کر منزل کو جالیا۔ کئی شناسا نام بھی نظر آئے: مکرم سجاد اظہر بھروانہ صاحب، مبارک احمد طاہر صاحب، مکرم خلیل احمد صاحب سولنگی، مکرم محمد اسلم صاحب بھروانہ، کیسے کیسے ہیرے لوگ تھے جو اس رتبہ عالیہ سے نوازے گئے۔

حضور ایدہ اللہ کا خطبہ 18 جون 2010 سننے کا شرف حاصل ہوا، جس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی فہرست کے نمبر 21 پر درج مکرم چوہدری محمد مالک صاحب چدھڑ شہید کا نام تھا۔ حضور نے چوہدری صاحب کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتے ہوئے آپ کو درج ذیل الفاظ سے نوازا:

''چوہدری محمد مالک صاحب چدھڑ شہید ابن مکرم چوہدری فتح محمد صاحب:
شہید مرحوم کے آباؤ اجداد گکھڑ منڈی کے رہنے والے تھے، وہاں سے گوجرانوالہ اور پھر لاہور شفٹ ہو گئے۔ انکی پیدائش سے قبل ہی ان کے والد صاحب وفات پا گئے تھے۔ میٹرک میں پڑھتے تھے کہ والدہ نے بازو میں پہنی ہوئی سونے کی چوڑی اتار کر ہاتھ میں دے دی کہ جا کر پڑھو۔ مرے کالج سیالکوٹ سے بی اے کیا۔ سپرنٹنڈنٹ جیل کی نوکری ملتی تھی لیکن نہیں کی بلکہ زمیندارہ کرتے رہے۔ اسی سے بچوں کو تعلیم دلوائی۔ شہادت کے وقت انکی عمر 93 سال تھی اور موصی بھی تھے۔ اب اس عمر میں جانا تو تھا ہی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ رتبہ عطا فرمایا۔ مسجد بیت النور میں انکی شہادت ہوئی۔ اہل خانہ بتاتے ہیں بڑھاپے کی وجہ سے بھولنے کی عادت تھی جس کی وجہ سے سات آٹھ جمعے چھوڑے۔ اور 28 مئی کو جمعہ پر جانے کی بہت ضد کر رہے تھے۔ انکی بہو بتاتی ہیں کہ ان کو کہا گیا کہ باہر موسم ٹھیک نہیں، آندھی چل رہی ہے اس لئے آپ جمعہ پر نہ جائیں۔ بچوں کی بھی یہی خواہش تھی لیکن نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے تیار ہو کر گھر سے چلے گئے۔ عموماً مسجد کے صحن میں کرسی پر بیٹھ کر نماز جمعہ ادا کرتے تھے۔ ہمیشہ کی طرح سانحہ کے روز بھی صحن میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور حملہ کے شروع میں ہی گولیاں لگنے سے شہادت ہوگئی۔ بہت امن پسند تھے کبھی کسی سے زیادتی نہیں کی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب بہت شوق سے پڑھتے تھے اور گھر والوں کو بھی تلقین کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادے داؤد احمد صاحب بتاتے ہیں جب میں نے ایم اے اکنامکس پاس کیا اور والد صاحب سے ملازمت کی اجازت چاہی تو انہوں نے جواب دیا کہ میری نوکری کر لو۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا تم باقاعدہ دفتر کی طرح تیار ہو کر صبح نو بجے آنا، درمیان میں وقفہ بھی ہوگا اور شام پانچ بجے چھٹی ہو جایا کرے گی۔ اور یہاں میز پر بیٹھ جاؤ اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں پڑھا کرو، اور اپنی نوکری سے جتنی تنخواہ ملنے کی تمہیں امید ہے اتنی تنخواہ میں تمہیں دے دیا کروں گا۔ تو کتابیں پڑھانے کے بعد اس نوکری سے فارغ کیا۔ تو بچپن سے لیکر شادی تک بچوں کی اس طرح تربیت کی۔ اذان کے وقت سب بچوں کے دروازے کھٹکھٹاتے۔ اور جب تک انہیں اٹھا نہیں لیتے تھے چھوڑتے نہیں تھے۔ اور پھر وضو کروا کر گھر میں باقاعدہ نماز ہوتی۔ بچوں کی تربیت کے لئے انہیں کبھی نہیں مارا۔ اور لڑکے کہتے ہیں ہمیں بھی یہی فلسفہ سمجھاتے تھے کہ بچوں کے لئے دعا کرنی چاہیئے، یہی انکی ہمدردی ہے۔ اور مار پیٹ سے تربیت نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں جب بھی رات کو میری آنکھ کھلتی میں نے انہیں رو رو کر اپنی اولاد کے لئے دعائیں ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ 1974 میں لڑکے کہتے ہیں ہم سیٹیلائیٹ ٹاؤن گوجرانوالہ میں تھے۔ حالات خراب ہونے پر کافی احمدی احباب ہمارے گھر اکٹھے ہو گئے۔ اور ڈیڑھ دو ماہ انکا کیمپ ہمارے گھر کے پاس تھا۔ چنانچہ ان سب کی بہت خدمت کی۔ بہت دیانتدار تھے، جھوٹ تو منہ سے نکلتا نہیں تھا۔ ہمیشہ سچ بولا اور سچ کا ساتھ دیا۔ اور سارے خاندان کی خود کہہ کر وصیت کروائی۔''

(الفضل انٹر نیشنل 15-9 جولائی 2010)

سبحان اللہ، چوہدری صاحب مرحوم ومغفور کی تمام زندگی محبت و پیار سے عبارت رہی، آپ کی محبت بھری یادوں میں جب آپ کے اوصافِ حمیدہ کا احاطہ کیا جاتا ہے تو حضرت چوہدری صاحب مرحوم کے درجات کی بلندی کیلئے بے اختیار دل سے دعا نکلتی ہے۔ جس طرح آپ ساری زندگی محبت سکون بانٹتے رہے اللہ تعالیٰ بھی انہیں اپنی رضا اور مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے۔ آمین۔

اس سے قبل آپ کے چچا چوہدری امانت علی صاحب مرحوم کے ہونہار بیٹے اور چوہدری محمد مالک صاحب مرحوم کے بھائی مبشر احمد کو احمدیت پر جان نثار کرنے کا فخر حاصل ہے۔ عزیز شہید تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے طالب علم تھے موسم گرما کی چھٹیوں پر گھر گکھڑ آئے ہوئے تھے۔ ایک شقی القلب شخص نے چھری سے وار کر کے شہید کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں شہید بھائیوں اور ان کے ساتھی تمام شہدائے احمدیت کے درجات بلند فرمائے، اور ان کے لواحقین کو انکے چھوڑے ہوئے اسوۂ حسنہ کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حوادثِ طبعیہ اور عذابِ الٰہی میں فرق

طاہر محمود احمد مربی سلسلہ نظارت اشاعت ربوہ

دو نظریات

پہلا نظریہ

دنیا میں جتنے بھی حادثات واقع ہوتے ہیں یا آفات رونما ہوتی ہیں، یہ سب قوانین طبعی کے ماتحت خود بخود ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں اور انسان کے اعمال اس کی نیکی بدی یا رسولوں کے انکار سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

دوسرا نظریہ

زمین پر بسنے والے تمام اہلِ مذاہب کسی نہ کسی رنگ میں یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ عذاب اور آفات جب بھی غیر معمولی نوعیت اختیار کر جائیں تو قوانینِ طبعی کے دائرے سے نکل کر قوانینِ غیر طبعی کے حلقہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ ان سب مذاہب میں خدائے واحد و یگانہ کا وہ تصور تو نہیں ملتا جو اسلام نے پیش کیا ہے لیکن اپنے اپنے رنگ میں اس بات پر سب کا اتفاق نظر آتا ہے کہ یہ عذاب اور آفات کسی باشعور ہستی کے فیصلے کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں، خواہ اس کا نام سورج دیوتا بیان کیا جائے یا بادلوں کا خدا یا پہاڑوں کی رُوح یا سمندروں کی دیوی۔ وہ تمام مذاہب بھی جو خدا تعالیٰ کی مختلف صفات میں بعض خیالی خداؤں کو شریک ٹھہراتے ہیں، غیر معمولی آفاتِ سماوی وارضی کو غیر طبعی قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ وہ مذاہب جن میں توحیدِ باری تعالیٰ کا عقیدہ آج تک محفوظ چلا آرہا ہے ان میں بھی اگرچہ نظریۂ توحید کی تفاصیل میں کچھ نہ کچھ فرق ملتا ہے لیکن اس بات پر وہ بھی متفق ہیں کہ آفاتِ سماوی یا حادثاتِ طبعی ایک واحد خدا کی ناراضگی کا مظہر ہوتے ہیں۔

حقیقتِ حال

دنیا میں رونما ہونے والے حوادث، مصائب اور زلازل وغیرہ کی طبعی وجوہات موجود ہیں اور یہ تمام امور قانونِ طبعی کے تابع رونما ہوتے ہیں۔ مذہب کا خدا بھی وہی خدا ہے جو مادی عالم کا خدا ہے اور جن کو ہم قوانین طبعی قرار دیتے ہیں۔ وہ قوانینِ طبعی بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے نتیجہ میں اور اس کے مقرر کردہ ضابطوں کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔ قوانینِ طبعی، قوانینِ مذہب سے علیحدہ کوئی خود مختار متوازی نظام نہیں ہے۔ تمام مادی تغیرات قوانینِ طبعی کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں اور ان دونوں اعتقادات میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ تمام قوانینِ طبعی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مقرر کردہ قوانین کے تابع کام کرتے ہیں اور وہ تمام قوت جو طبعی تبدل و تغیر کے وقت استعمال ہوتی یا خارج ہوتی ہے اس کا سرچشمہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے۔

غیر معمولی حوادث اور مصائب اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر قدرتی حادثہ اور ہر تغیر اور ہر تبدیلی، عذابِ الٰہی کا آئینہ دار نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے بسا اوقات مادی اور طبعی قوانین کو ان مادی طاقتوں کی ہلاکت پر مامور کر دیا جو روحانی اور مذہبی اقدار کی نہ صرف منکر تھیں بلکہ مادی ذرائع کو استعمال کر کے روحانی اور مذہبی اقدار کو مٹانے کے درپے تھیں۔ پس جب بھی یہ صورت ظاہر ہو کہ مادی نظریات روحانی نظریات سے ٹکرا جائیں اور مادی طاقت مذہبی اَقدار کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرے اور سرکشی میں بڑھتی چلی جائے، تو ایسی صورت میں قرآنی نظریہ کے مطابق قوانینِ طبعی کو ہی ایسی مادی طاقتوں کو مٹانے یا مغلوب کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ گویا لوہا لوہے کو کاٹتا ہے یعنی وہ لوگ جو کسی مافوق البشر طاقت کے منکر اور صرف موجود مادی دنیا کے ہی قائل ہوتے ہیں انہی

کی مسلّمہ موجود مادی دنیا کو ان کی ہلاکت اور تباہی پر مامور کر دیا جاتا ہے۔ ایسے واقعات کو مذہبی اصطلاح میں عذابِ الٰہی کا نام دیا جاتا ہے اور اس نظریئے سے کوئی ٹکراؤ یا مقابلہ نہیں کہ ایسے واقعات اپنے پس منظر میں طبعی عوامل رکھتے ہیں۔ مثلاً فرعون کی غرقابی کے واقعہ کو ہی لے لیجئے۔ نیل کے ڈیلٹا میں فرعون اپنے قافلے سمیت غرق ہوا۔ روزانہ دو دو مرتبہ جوار بھاٹا آیا ہی کرتے تھے۔ اب اَن گنت سالوں سے یعنی جب سے کہ دریائے نیل وجود میں آیا' اس کا پانی سمندر میں داخل ہوتے وقت روزانہ اسی اُتار چڑھاؤ کا منظر پیش کرتا رہا۔ خدا جانے کتنے جانور یا ابتدائی انسان یا ابتدائی ہیئت کے انسان یا بعد کے غیر مہذب خانہ بدوش قبائل۔ غلط اندازوں یا لاعلمی کی وجہ سے اس جوار بھاٹا کی نذر ہو گئے ہیں۔ لیکن نہ تو قرآن مجید نے، نہ کسی اور مذہبی صحیفہ نے اس جوار بھاٹا کے نتیجہ میں مرنے والوں کو عذابِ الٰہی کا مورد قرار دیا۔ پس قانونِ قدرت بلاشبہ اپنی روش پر جاری و ساری ہے اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ہر مہلک تغیر کو عذابِ الٰہی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مادی تغیرات اور طبعی قوانین کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تبدیلیاں جب عذاب کا نام پاتی ہیں تو ان کے ساتھ کچھ علامتیں اور کچھ شرائط پائی جاتی ہیں اور یونہی بلاوجہ کسی تبدل و تغیر کو عذاب کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

ایسے تمام حوادثِ زمانہ جو مذہبی اصطلاح میں عذاب کا نام پاتے ہیں ان کے نتیجہ میں بعض اہم مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس روز مرہ کے حوادث اگرچہ کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور پیدا کرتے ہیں لیکن جن مذہبی مقاصد سے عذاب کا تعلق ہوتا ہے عام حوادث کے نتیجے میں وہ رونما نہیں ہوتے۔

قوانینِ طبعی کے نتیجہ میں جس قسم کے تغیرات بھی رونما ہو سکتے ہیں' مختلف اوقات میں ان میں سے ہر ایک تغیر کو عذابِ الٰہی کا ذریعہ بنایا گیا اور آئندہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انسانی معاشرہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں کے نتیجہ میں یا دیگر عوامل کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والی جنگوں اور فتنہ و فساد کو بھی بعض مخصوص حالات میں عذابِ الٰہی کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے۔

عذابِ الٰہی کی قسمیں

قرآن مجید کی رُو سے تمام مادی تغیرات کو مشیت الٰہی کے ماتحت عذاب کا ذریعہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور انعام کا بھی۔ جہاں تک عذاب کا تعلق ہے۔ عذاب کی حسبِ ذیل صورتوں کا قرآن کریم میں واضح ذکر ملتا ہے۔

مسلسل شدید بارش

مسلسل شدید بارش اور زمین کے پانی کی سطح کا بلند ہونا جس کے نتیجہ میں ایسا ہولناک سیلاب ظاہر ہو کہ علاقے کی تمام آبادی غرق ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ○ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ○وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ○

(القمر: 11 تا 13)

آخر اس (نوحؑ) نے اپنے رب سے دعا کی اور کہا مجھے دشمن نے مغلوب کر لیا ہے پس تو میرا بدلہ لے۔ جس پر ہم نے بادل کے دروازے ایک جوش سے بہنے والے پانی کے ذریعے کھول دیئے اور زمین میں بھی ہم نے چشمے پھوڑ دیئے۔ پس (آسمان کا) پانی (زمین کے پانی کے ساتھ) ایک ایسی بات کے لئے اکٹھا ہو گیا جس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔

منحوس تیز ہوائیں

ایسی منحوس تیز ہواؤں کا چلنا جو مسلسل جاری رہیں یہاں تک کہ آبادیاں ویران ہو جائیں اور انسانی لاشیں ٹوٹے ہوئے درختوں کی طرح ہر طرف بکھری ہوئی دکھائی دیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ○ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ○ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ○

(القمر: 19 تا 21)

عاد نے بھی تکذیب کی تھی۔ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا؟۔ یقیناً ہم نے ایک آ کر ٹھہر جانے والے منحوس دن میں ان پر ایک بہت تیز چلنے والی ہوا بھیجی' جو لوگوں کو پچھاڑ رہی تھی گویا وہ جڑوں سے اُکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔

سیلاب

ایسے پے در پے سیلابوں کا آنا جو کسی خطۂ زمین کی ہیئت ہی بدل ڈالیں اور زرخیز طاقتور زمینوں کو بنجر اور بیکار زمینوں میں تبدیل کر دیں۔ جہاں بد ذائقہ جنگلی پھلوں، جھاؤ جیسی جڑی بوٹیوں اور جنگلی بیریوں کے سوا اور کچھ نہ اُگ سکے۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔

فَاَعۡرَضُوۡا فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ سَیۡلَ الۡعَرِمِ وَبَدَّلۡنٰهُمۡ بِجَنَّتَیۡهِمۡ جَنَّتَیۡنِ ذَوَاتَیۡ اُکُلٍ خَمۡطٍ وَّ اَثۡلٍ وَّشَیۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِیۡلٍO

(سبا: 17)

پھر بھی انہوں نے حق سے پیٹھ پھیر لی تب ہم نے ان پر ایسا عذاب بھیج دیا جو ہر چیز کو تباہ کرتا جاتا تھا اور ہم نے ان کے دو اعلیٰ درجہ کے باغوں کی جگہ ان کو دو ایسے باغ دیئے جن کے پھل بدمزہ تھے اور جن میں جھاؤ پایا جاتا تھا یا کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں۔

زلازل

زلازل کا آنا جن کے نتیجہ میں زمین تہہ و بالا ہو جائے اور انسانی آبادیاں دھنس جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَکَذَّبُوۡهُ فَعَقَرُوۡهَا فَدَمۡدَمَ عَلَیۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِذَنۡۢبِهِمۡ فَسَوّٰىهَا۔

(الشمس: 15)

لیکن انہوں نے نبی کی بات نہ مانی بلکہ اس کو جھٹلایا اور وہ اونٹنی جس سے بچتے رہنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا، انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو خاک میں ملانے کا فیصلہ کر دیا اور ایسی تدبیریں کیں کہ ایسا ہو گیا۔

خشک سالی

ایسی طویل خشک سالی جس سے زمین کا پانی بھی سوکھ جائے اور اتنا گہرا چلا جائے کہ اس کا نکالنا انسانی مقتدرت سے بڑھ جائے۔ جیسے فرمایا۔

قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُکُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ۔

(الملک: 31)

ترجمہ: تو یہ بھی کہہ دے کہ مجھے بتاؤ تو سہی کہ اگر تمہارا پانی زمین کی گہرائی میں غائب ہو جائے تو بہنے والا پانی تمہارے لئے خدا کے سوا کون لائے گا۔

قحط و خوف و ہراس

قحط کا ظاہر ہونا اور قوم کا شدید خوف و ہراس میں مبتلا ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرۡیَةً کَانَتۡ اٰمِنَةً مُّطۡمَئِنَّةً یَّاۡتِیۡهَا رِزۡقُهَا رَغَدًا مِّنۡ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتۡ بِاَنۡعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَالۡخَوۡفِ بِمَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ۔

(النحل: 113)

اللہ تعالیٰ (تمہیں سمجھانے کے لئے) ایک بستی کا حال بیان کرتا ہے جسے (ہر طرح سے) امن حاصل ہے اور اطمینان نصیب ہے۔ ہر طرف سے اس کا رزق اسے بافراغت پہنچ رہا ہے پھر (بھی) اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ اس کی ناشکری پر اللہ نے اس کے باشندوں پر ان کے اپنے گھناؤنے عمل کی وجہ سے بھوک اور خوف کا لباس نازل کیا ہے۔

وبائی امراض کا پھوٹنا

قوموں اور ملکوں کا خوفناک جنگوں کے ذریعہ ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنا جس کے نتیجے میں مختلف قسم کی تکالیف کا المناک سلسلہ دیکھنا پڑے۔ جو کئی قسم کی تنگیاں اور مشکلات قوموں پر وارد کرتا ہے یہاں الضَّرَّاء سے مراد غالباً ایسی تمام سختیاں اور تکلیفیں ہیں جو بڑی بڑی جنگوں کے بعد عموماً قوموں کو گھیر لیتی ہیں مثلاً آزادیوں کا سلب ہونا۔ اقتصادیات کا تباہ ہونا۔ معاشرہ اور تہذیب و تمدن میں فساد ظاہر ہونا۔ وبائی امراض کا پھوٹنا وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَةٍ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ یَضَّرَّعُوۡنَO

(الاعراف: 95)

ہم نے کسی شہر کی طرف کوئی رسول نہیں بھیجا (مگر یوں ہی ہوا کہ) ہم نے اس میں بسنے والوں کو سختی اور مصیبت سے پکڑ لیا تا کہ وہ عاجزی اور زاری کریں۔

جھنڈ کے جھنڈ پرندے

پرندوں کا عذاب الٰہی بن کر کسی قوم پر اترنا۔ جیسے فرمایا۔

وَاَرۡسَلَ عَلَیۡهِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ۔ تَرۡمِیۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۔ فَجَعَلَهُمۡ

كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ O

(الفیل: 4تا 6)

اوران (کی لاشوں) پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے (جو) ان (کے گوشت) کو سخت قسم کے پتھروں پر مارتے (اورنوچتے) تھے۔سواس کے نتیجہ میں اس نے انہیں ایسے بھوسے کی مانند کردیا جسے جانوروں نے کھالیا ہو۔

جھیل یا ڈیم کی تباہی

کسی بڑی جھیل یا ڈیم کا اس طرح اچانک تباہ ہوجانا کہ گویا پوری کی پوری جھیل کسی قوم پر عذاب کی شکل میں الٹ دی گئی ہو۔

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ۔ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔

(الفجر: 15,14)

جس پر تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔تیرا رب یقیناً گھات میں (لگا ہوا) ہے۔

ضرررساں جانوروں کی کثرت

موسمی تغیرات کے نتیجہ میں خشکی تری اور ہوا کے ایسے جانوروں کا بکثرت پیدا ہوجانا جومشیتِ الٰہی کے مطابق کسی قوم میں عذاب کے سے حالات پیدا کردیں یا مختلف بیماریوں کی افزائش کا موجب ہوں مثلاً ٹڈی دل، مینڈک، جوئیں، پسو، مچھر اور اس قسم کے دوسرے حشرات الارض اور ایسے جراثیم جوخونی بیماریاں پیدا کردیں مثلاً پیچش اور جریانِ خون سے تعلق رکھنے والی بیماریاں وغیرہ۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ۔

(الاعراف: 134)

ترجمہ: تب ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجا۔یہ الگ الگ نشان تھے۔

دوسری قوم کا مسلط ہونا

کسی قوم پر ایسی دوسری قوم کو مسلط کرنا جو ان کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کریں اور ایسا ایمان لانے کے نتیجہ میں نہ ہو بلکہ دیگر عوامل اس کے ذمہ دار ہوں

مثلاً یہود کے متعلق قرآن کریم کی یہ خبر کہ ان کے لئے مقدر کیا گیا ہے کہ قیامت تک ان پر ایسی قومیں مسلط ہیں جو انہیں طرح طرح کے عذاب دیں۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(الاعراف: 168)

ترجمہ: اور یاد کر جب تیرے رب نے اعلان کردیا کہ ان (یہود) پر قیامت کے دن تک ایسے لوگ مقرر کردے گا جو انہیں تکلیف دہ عذاب دیتے چلے جائیں گے (پھر کیا ایسا نہیں ہوا؟) تیرا رب یقیناً بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

چار عناصرِ طبعی کے ذریعہ عذاب

دنیا میں چار معروف عناصر طبعی یعنی مٹی، پانی، ہوا اور آگ پائے جاتے ہیں۔اوپر بیان شدہ عذاب کی قسموں میں تین عناصر یعنی مٹی، ہوا اور پانی کا تعلق نظر آتا ہے لیکن چوتھے عنصر آگ کا کوئی ذکر نہیں ملتا، یا یہ سب عذاب کی قسمیں ان جانوروں سے تعلق رکھتی ہیں جو مٹی، پانی یا ہوا میں بسنے والے ہیں۔یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ آگ کے ابتلاء سے نیک بندوں کی آزمائش کی گئی۔جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں۔لیکن جہاں تک آگ کے عذاب کا تعلق ہے آگ کے عذاب کا اس دنیا میں گزری ہوئی اُمتوں کے بیان میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔لیکن جہاں تک قرآن کریم کی پیشگوئیوں کا تعلق ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل انکار کے نتیجہ میں قوموں کو آئندہ آگ کا عذاب بھی دیا جانا مقدر تھا۔قرآن کریم کی مختلف آیات میں اس کا اشارۃً یا صراحتاً ذکر ہے۔جیسا کہ فرمایا:

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۔ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۔ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۔ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔

(المرسلٰت: 30تا35)

ترجمہ (ہم ان سے کہیں گے) جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے اسی کی طرف جاؤ یعنی اس سائے کی طرف جاؤ جس کے تین پہلو ہیں۔نہ تو وہ سایہ دیتا ہے اور نہ تپش سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ وہ اتنے اونچے شعلے پھینکتا ہے جو قلعے کے برابر ہوتے ہیں۔

اتنے اونچے کہ گویا وہ بڑے بڑے جہازوں کے باندھنے والے زرد رسّے معلوم ہوتے ہیں۔اس دن جھٹلانے والوں پر تباہی آئے گی۔

اس آیت میں جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ موجودہ زمانہ کی جنگوں سے بہت ملتا جلتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں پہلی مرتبہ جنگ کا مہیب سایہ تین نمایاں شعبے رکھتا ہے۔فضائی، بری اور بحری۔اور یہ تینوں شعبے آگ برسانے والے ہیں۔اِنَّهَا تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ کَالۡقَصۡرِ میں قلعوں کی طرح جو بلند شعلے پھینکنے کا منظر ہے وہ بعینہٖ جدید آلات حرب کے آگ اگلنے کی تصویر ہے۔اسی طرح سورۃ الھمزہ میں جس آگ سے ڈرایا گیا ہے اس کا بھی عہدِ حاضر سے تعلق معلوم ہوتا ہے۔فرمایا:۔

وَیۡلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ الَّذِیۡ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ ۙ یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ ۚ کَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی الۡحُطَمَةِ ۫ۖ وَمَاۤ اَدۡرٰکَ مَا الۡحُطَمَةُ ؕ نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ ۙ الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَةِ ؕ اِنَّهَا عَلَیۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ ۙ فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ

(الھمزہ: 10.2)

ترجمہ: ہر غیبت کرنے والے اور عیب چینی کرنے والے کے لئے عذاب ہے۔ جو مال کو جمع کرتا ہے اور اس کو شمار کرتا رہتا ہے۔وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے نام کو باقی رکھے گا۔ ہرگز ایسا نہیں (جیسا کہ اس کا خیال ہے بلکہ) وہ یقیناً اپنے مال سمیت حطمہ میں پھینکا جائے گا اور (اے مخاطب)! تجھے کیا معلوم ہے کہ یہ حطمہ کیا شے ہے؟ یہ (حطمہ) اللہ کی خوب بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کے اندر تک جا پہنچے گی پھر وہ آگ سب طرف سے بند کر دی جائے گی۔تا کہ اس کی گرمی ان کو اور بھی زیادہ تکلیف دہ محسوس ہو اور وہ لوگ لمبے ستونوں کے ساتھ بندھے ہوئے ہوں گے۔

ایک اہم سوال

یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ دنیا میں ہمیشہ ہر زمانے میں ایسے تغیرات ہوتے ہی رہتے ہیں جن کے نتیجے میں آگ، پانی، ہوا اور مٹی کبھی انسان کو فائدہ دے رہے ہوتے ہیں، کبھی نقصان، کبھی تنگی کے سامان پیدا کرتے ہیں، کبھی آسائش کے۔تو کیوں بلا وجہ اس کو غیر معمولی تصرفِ الٰہی قرار دیا جائے اور کیوں بعض حالات کو بعض اوقات عام طبعی تغیرات قرار دیا جائے اور بعض اوقات انہیں خاص تصرفات کا نام دیا جائے؟

❁ چاروں عناصر یعنی پانی، مٹی، ہوا اور آگ، اللہ تعالیٰ کے تصرف کے تحت عذاب کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں اور یہی وہ چاروں عناصر ہیں جو انعام کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔پس عذاب کے لئے طبعی قوانین کا مسخر ہونا ہرگز کسی اچنبھے کی بات نہیں۔بعض ایسی علامات ہوتی ہیں جن کی وجہ سے عذابِ الٰہی قرار دیا جاتا ہے۔

عذابِ الٰہی قرار دینے کی علامات

پہلی علامت

عذابِ الٰہی کو حوادث طبعی سے ممتاز کرنے والی ایک علامت یہ ہے کہ عذاب کے واقع ہونے سے قبل ہی اس کی خبر دے دی جاتی ہے اور صرف خبر ہی نہیں بسا اوقات اس کی نوعیت بھی تفصیل سے بیان کر دی جاتی ہے۔اس کی مثال حضرت نوحؑ کے زمانہ میں بڑی واضح شکل میں ملتی ہے۔آپ نے پہلے سے قوم کو متنبہ کر دیا کہ تمہارے اعمال کی خرابی کے نتیجہ میں نیز میرے مسلسل انکار کی وجہ سے تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔اس تنبیہہ کے ساتھ ہی آپ نے ذریعۂ ہلاکت سے بھی ان کو آگاہ کر دیا اور بتایا کہ تمہاری ہلاکت کا ذریعہ پانی کو بنایا جائے گا جو ایک ایسے بے نظیر سیلاب کی صورت میں آئے گا جس سے اس علاقہ کی کوئی چیز خواہ انسان ہو یا حیوان، بچ نہیں سکے گی۔

دوسری علامت

دوسری علامت یہ ہے کہ عذابِ الٰہی کے واقع ہونے کو ایک ایسی شرط کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے جس کا کسی پہلو سے بھی ان عوامل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس کے نتیجہ میں کوئی ارضی وسماوی حادثہ رونما ہو سکے۔حضرت صالحؑ کے عہد کی مثال ہے۔وہ خوفناک دھماکہ جسے آتش فشاں پہاڑ کا پھٹنا کہہ لیں یا غیر معمولی قوت کی گھن گرج قرار دے لیں یا اچانک زمین کے پھٹنے کے نتیجہ میں ایک ہیبت ناک آواز تصور کر لیں۔غرضیکہ اس ''صیحۃ واحدۃ'' کی جو شکل بھی چاہیں تجویز کر لیں۔یہ امر تو بہر حال ہر انسان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس ''صیحۃ'' کا

اونٹنی کی کونچیں کاٹنے سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں یعنی اس کے نتیجے میں یہ واقع رونما نہیں ہوسکتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو طبعی ذریعہ بھی حضرت صالحؑ کی قوم کی ہلاکت کے لئے تجویز ہوا وہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا بلکہ ایک غیر معمولی تقدیر تھی۔ جب تک قوم حضرت صالحؑ کی اونٹنی کا پانی بند کرنے اور اس کی ایذاء رسانی سے باز رہی اِذنِ الٰہی کی نکیل نے اس ہولناک حادثہ کو رونما ہونے سے سختی سے رَوکے رکھا لیکن جونہی اس اونٹنی کا پانی بند کیا گیا اور کونچیں کاٹی گئیں تو قوانینِ طبعی کو اپنی جولانیاں دکھانے کی اجازت دے دی گئی۔

تیسری علامت

تیسری علامت یہ ہے کہ عذاب الٰہی کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ کافروں کے ساتھ مومنوں کو بھی ہلاک کردے بلکہ بلا استثناء ہر ایسے حادثے کے وقت مومن بچالئے جاتے ہیں اور منکرین ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ قرآن کریم میں بعض ایسے قومی عذابوں کا ذکر ملتا ہے جن کے نتیجہ میں منکرین کے ساتھ مومن بھی کسی قدر تکلیف اٹھاتے ہیں لیکن یہ عذاب ایک استثنائی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا مقصد مختلف ہوتا ہے۔ ہم عذابوں کی جن اقسام پر بحث کر رہے ہیں یہ وہ عذاب ہیں جو مومن اور غیر مومن میں تفریق کے لئے آتے ہیں اور جن کے متعلق وقت کے انبیاءؑ واضح الفاظ میں یہ خبر دے دیا کرتے ہیں کہ یہ خدا کے پاک بندوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچاسکیں گے۔ یہ ایک ایسا امتیاز ہے جس کا کوئی طبعی جواز نظر نہیں آتا۔ آخر کیوں ایک معمول کے مطابق ہونے والا حادثہ قوم کی بھاری اکثریت کو تو ہلاک کردے لیکن چند لوگوں سے استثنائی سلوک کرتے ہوئے بغیر گزند پہنچائے پاس سے گزر جائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ قوم کے طاقتور اور دنیاوی سروسامان سے متمتع غالب قوتوں والے حصہ کو تو ہلاک کردے جس کے پاس حوادث سے بچنے کے زیادہ سے زیادہ ظاہری سامان موجود ہوتے ہیں لیکن چند کمزور اور ضعیف اور بے سروسامان لوگوں کو گزند پہنچانے کی اسے کوئی قدرت حاصل نہ ہو۔

چوتھی علامت

چوتھی علامت یہ ہے کہ عذاب الٰہی کے بعد وہ نظریۂ حیات یا تو کلیتہً مٹا دیا جاتا ہے یا مغلوب کر دیا جاتا ہے جو عذابِ الٰہی سے پہلے طاقتور اور غالب ہوتا ہے اور وہ نظریۂ حیات جو عذابِ الٰہی سے پہلے نہایت کمزور اور مغلوب حالت میں پایا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے زندہ رہنے کے کوئی ظاہری سامان نظر نہیں آتے وہ عذابِ الٰہی کے بعد نہایت قوی اور غالب صورت میں تیزی کے ساتھ نشوونما پانے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ نظریات کے میدان میں کبھی تو ایسے تنہا عظیم فاتح کے طور پر دکھائی دیتا ہے۔ جس کا مدِّ مقابل کلیتہً خاک میں مل چکا ہو اور کبھی ایسے فتح مند جرنیل کی شکل میں نظر آتا ہے جس کا حریف نہایت کمزوری اور ذلت کی حالت میں اس کے غلبہ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو چکا ہو۔

پانچویں علامت

پانچویں علامت جو عذابِ الٰہی کو حوادث زمانہ سے الگ کرتی ہے اس کا ذکر قرآن کریم کی حسبِ ذیل آیت میں ملتا ہے۔

وَمَانُرِيهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ○

(الزخرف: 49)

ترجمہ: ہم ان کو جو نشان بھی دکھاتے تھے وہ اپنے نشان سے بڑا ہوتا تھا اور ہم نے ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا تھا تا کہ وہ اپنی بداعمالیوں سے لوٹ جائیں۔

یعنی عذابِ الٰہی میں ایک تدریج اور ترتیب پائی جاتی ہے اور آخری غلبے تک عذابوں کا سلسلہ سخت سے سخت تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ گویا عذاب الٰہی کے مختلف مظاہر میں خفیف سے اَشد کی طرف حرکت نظر آتی ہے۔

اگر عذاب کی شدت کا گراف بنایا جائے تو معمولی اُتار چڑھاؤ کے باوجود عذاب کا عمومی رُخ شدید سے شدید تر کی طرف ہی نظر آئے گا۔ یہاں تک کہ اگر قوم پیغمبرِ وقت کے نظریات کو قبول نہ کرے اور اس کی ہلاکت مقدر ہو جائے تو عذاب کی آخری یورش سب سے شدید اور فیصلہ کن ہوتی ہے۔ حوادثِ زمانہ میں ایسی کوئی ترتیب نہیں پائی جاتی۔

چھٹی علامت

چھٹی علامت یہ ہے کہ گو حوادثِ زمانہ انسان کی قلبی کیفیت سے اثر انداز نہیں ہوتے اور وہ ان کیفیت سے بے نیاز اپنے دائرہ میں کارفرما رہتے ہیں۔ لیکن عذابِ الٰہی اس عہد کے انسانوں کی قلبی کیفیات سے ایک ایسا عجیب رشتہ رکھتا ہے

اگر دلوں میں گزشتہ گناہوں پر ندامت اور پشیمانی پیدا ہو جائے اور طبیعتیں استغفار کی طرف مائل ہوں تو عذابِ الٰہی ٹل جاتا ہے۔ قرآن کریم عذابِ الٰہی کی اس امتیازی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○

(الانفال:34)

اللہ تعالیٰ انہیں ایسی حالت میں عذاب نہیں دیتا کہ وہ استغفار کر رہے ہوں گزشتہ انبیاء کی تاریخ میں حضرت یونسؑ کے عہد کا واقعہ اس نوع کی ایک نمایاں مثال ہے کہ عذابِ الٰہی کی خبر دیئے جانے کے باوجود جب قوم نے استغفار سے کام لیا تو یہ غیر متبدل سنت اللہ قوم اور عذابِ الٰہی کے درمیان حائل ہوگئی۔

ساتویں علامت

ساتویں علامت یہ ہے کہ عذاب اس وقت تک انتظار کرتا ہے جب تک نبی ہلاک ہونے والی بستی کو چھوڑ کر نہ چلا جائے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ ط

(الانفال: 34)

اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز عذاب نہیں دے گا کہ تو ان کے اندر موجود ہو۔

ظاہر بات ہے کہ حوادث کسی کا انتظار نہیں کرتے۔ پس وہ حوادث جو کسی خاص وجود یا نیک لوگوں کی خاطر رُکے رہیں اور اس بات کا انتظار کرتے رہیں کہ وہ ہلاک ہونے والی بستی کو چھوڑیں تو پھر یہ سرگرم عمل ہوں۔ مذہبی اصطلاح میں ایسے حوادث کو عذابِ الٰہی کہا جاتا ہے۔ ❋❋❋

قربان ہر اِک قطرۂ خوں ہو بھی تو کم ہے
یہ خونِ شہیداں میرے لشکر کا علم ہے

تنکوں سی بہا کر تمہیں لے جائے گی تقدیر
اے ظالمو! یہ چشمِ خلافت میں جو نم ہے

(مظفر منصور)

شہیدانِ لاہور کے نام

لطف الرحمٰن محمود

تمہارا اسوۂ حُسنہ تھے کربلا کے قتیل
اُنہی کی رسمِ عبادت سلام کہتی ہے

خوشا نصیب کہ دی جان برسرِ منبر
وہ لمحہ بھر کی خطابت سلام کہتی ہے

تمہارے خُون سے تر ہیں جن اشقیا کے ہاتھ
اُنہیں بھی شمر کی شقاوت سلام کہتی ہے[1]

کہیں لبوں پہ تشہُد، کہیں درودوسلام
دمِ وداع وہ سعادت سلام کہتی ہے

یہ اُنؑ کا فیض ہے، لاشوں کے قافلے پاکر
جبیں تو خَم ہے، کرامت سلام کہتی ہے

مرے شہید کہ زندہ ہیں از روئے قرآں[2]
اُنہیں تو بڑھ کے شہادت سلام کہتی ہے

تمہارے خُوں کے چراغوں کی لَو نہ ہو مدھم
ضیائے شمعِ خلافت سلام کہتی ہے

---

[1] ۔ حضرت امام حسینؓ کا بد بخت قاتل شمر جس نے میدانِ کربلا میں قافلہء اہلِ بیت کو شہید کرنے پر لشکرِ یزید کی خُوں ریزی کو سراہا تھا۔ شمر کی معنوی اولاد نے 28 مئی 2010 کے قتلِ عام کو تحسین کی نظر سے دیکھا۔

[2] ۔ سورۃ ال عمران آیات 170-172

واقعہ مردان کے تین منفرد پہلو

جمیل احمد بٹ

3 ستمبر کو ایک بار پھر دو خودکش حملہ آوروں نے جمعہ کے فریضہ کے لئے مردان کے ایک خانہ خدا میں جمع ہونے والے معصوم احمدیوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ تاہم مستعد محافظین کی بروقت کارروائی سے وہ اپنے بدارادوں میں ناکام رہے۔ فائرنگ کرتے ہوئے ایک دہشت گرد نے زخمی ہونے کے بعد خود کو اُڑا لیا اور دوسرا راہ فرار اختیار کر گیا۔ حملہ آور نے اپنے انجام سے پہلے خانہ خدا پر ایک گرینیڈ بھی پھینکا جو پھٹ نہ سکا۔ لیکن اس کے اپنے آپ کو بلاسٹ کرنے سے جو دھماکا ہوا اس سے عمارت کو نقصان پہنچا اور ایک ٹوٹے دروازے کی زد میں آ کر ایک احمدی مکرم شیخ عامر رضا صاحب راہ مولیٰ میں قربان ہو گئے۔ اس واقعہ کے درج ذیل پہلو منفرد ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے احمدیوں کو سانحہ لاہور کے بعد قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱصْبِرُواْ وَصَابِرُواْ وَرَابِطُواْ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(آل عمران: 201)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور صبر کی تلقین کرو اور سرحدوں کی حفاظت پر مستعد رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اللہ کی دی ہوئی توفیق سے احمدیوں نے سانحہ لاہور پر صبر کیا۔ جانے والوں سے خونی رشتہ رکھنے والے مرد خواتین اور بچے اور محبت کے رشتہ میں بندھے لاہور، پاکستان اور ساری دنیا کے سب احمدیوں نے اپنے پیاروں کی ہمیشہ کی جدائی کے اس بڑے غم پر انفرادی اور اجتماعی سطح پر کمال درجہ، حیرت انگیز اور بے مثال صبر کا مظاہرہ کیا اور یوں عملاً سب کو صبر کی تلقین کی۔ پھر حفاظت کے حکم کے تابع اس قسم کے بدامکانات کی روک تھام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت کو اپنے محدود وسائل کے اندر ضروری اقدامات کی راہیں سجھائیں۔ اور پھر مزید فضل کرتے ہوئے اس موقع پر ان حقیر کوششوں کو بار آور فرمایا۔ اور یوں یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت کا نشان ہوا۔ الحمدللہ

2۔ نئی تاریخ

ملک میں خودکش حملوں کے واقعات آئے دن ہو رہے ہیں۔ یکم جنوری 2007 سے اس واقعہ سے قبل تک ایسے 234 واقعات ہو چکے تھے لیکن ان سب میں سے کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہ تھا جس میں حملہ آوروں کو محافظین نے اپنی حکمت عملی سے ان کے ٹارگٹ میں داخل ہونے سے کامیابی سے اس طرح روک دیا ہو کہ وہ جانی نقصان پہنچانے کے اپنے بدارادے میں بالکل ناکام رہے ہوں۔ یا جس میں کوئی حملہ آور محافظین کی کارروائی سے ناکام ہو کر جائے واردات سے فرار ہو گیا ہو۔ یہ دونوں منفرد امکان مردان کے اس خانہ خدا میں احمدیوں کی حفاظتی کارروائی سے پہلی بار ظہور میں آئے۔ اور یوں اس باب میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نئی تاریخ رقم ہوئی ہے۔ الحمدللہ

ایسی ہی ایک اور حیرت انگیز تاریخ تین ماہ قبل 28 مئی کو ماڈل ٹاؤن کی مسجد میں بھی لکھی گئی تھی جب حق کی راہ میں زخم کھانے اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے احمدی گولیاں لگنے کے بعد بھی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے جرأت اور بہادری سے اپنے اہل خانہ کو تسلی کے فون کرتے رہے منبر پر کھڑے اپنا فرض ادا کرتے رہے، اطمینان اور سکون سے اپنے رب کی یاد اور اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیجتے رہے اور ان جری اور نڈر احمدیوں میں سے چند نے کلاشنکوفوں سے فائرنگ کرتے ہوئے خودکش جیکٹس سے مسلح دونوں دہشت گردوں کو نہتے ہاتھوں قابو کر لیا تھا اور پھر انہیں جوں کا توں قانون کے محافظین کے حوالے کر دیا تھا۔

3۔ میڈیا پر محدود ذکر

دہشت گردی کے واقعات میڈیا کا خاص موضوع ہیں۔ مردان کا یہ واقعہ اپنی مذکورہ بالا انفرادیت کے ساتھ تو اور بھی زیادہ Coverage کا مستحق تھا لیکن چونکہ اس بہادری اور جرأت کا اظہار کرنے والے احمدی تھے اس لئے اس واقعہ کا میڈیا میں بہت سرسری ذکر ہوا اور اس میں بھی دہشت گردوں سے مقابلہ کرنے کا کریڈٹ گلی کے چوکیدار کے نام کیا گیا اور بھاگ جانے والے دہشت گرد کی پردہ پوشی کی گئی۔ میڈیا پر احمدیوں کے بارے میں جانبدارانہ رپورٹنگ اور تبصرے کوئی نئی بات نہیں ہیں۔ احمدیوں کے کارناموں کو چھپانے کے لئے تاریخ کو مسخ کرنا ایک معمول ہے۔ مثلاً ابھی کل یوم دفاعِ پاکستان مناتے ہوئے کس اخبار یا چینل نے جنگ ستمبر میں ان احمدی افسروں کے درج ذیل کارناموں کا ذکر کیا جنہوں نے اس جنگ کے چار محاذوں میں سے تین پر کامیاب دفاع کیا یا فتوحات حاصل کیں؟

i۔ سیالکوٹ کے دفاع میں دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ کامیابی سے لڑنے کا کارنامہ احمدی بریگیڈئیر عبدالعلی ملک نے سرانجام دیا اور ملک کا دوسرا بڑا فوجی اعزاز ہلال جرأت پایا۔ پرانے اخبار و رسائل میں اس کامیابی کا ذکر یوں ہوا ہے:

'عبدالعلی نے چونڈہ کے محاذ پر ٹینکوں کی عظیم جنگ میں پاکستانی فوج کی کمان کی اور ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ تاریخ حرب کے ماہرین حیران و ششدر رہ گئے۔'

(روزنامہ امروز لاہور 23 اگست 1969)

'سیالکوٹ چونڈہ سیکٹر پر بھارت نے پورے آرمڈ ڈویژن سے حملہ کیا تھا اس حملہ کو ایک قادیانی بریگیڈئیر نے صرف ایک ٹینک رجمنٹ اور دو انفنٹری پلاٹونوں سے روکا تھا.....اس بریگیڈئیر کا نام عبدالعلی ملک ہے۔'

(ماہنامہ حکایت لاہور نومبر 1984 صفحہ 114)

ii۔ کشمیر کے محاذ پر چھمب کو فتح کرنے کا کارنامہ ایک اور احمدی لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک نے سرانجام دیا جنہیں دوران جنگ ہی سب سے پہلے ہلال جرأت دیا گیا۔ ان کے بارے میں مشہور دانشور، شاعر اور ادیب احمد ندیم قاسمی صاحب نے لکھا تھا:

'لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک وقوم کے ایسے ہیرو تھے جن کا نام پاکستانی بچوں کو بھی یاد ہے۔ وہ بہادری، استقامت اور اولوالعزمی کی ایک مجسم تصویر بن کر ابھرے اور اہل پاکستان کے ذہنوں پر چھا گئے۔'

(روزنامہ جنگ کراچی 9 ستمبر 1969)

دوران جنگ ہی شورش کاشمیری نے ان کے حق میں یوں مدح سرائی کی تھی ۔

دہلی کی سرزمیں نے پکارا ہے ساتھیو　　اختر ملک کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے چلو

(ہفت روزہ چٹان لاہور 13 ستمبر 1965 صفحہ 4)

iii۔رن کچھ میں دشمن کے وسیع علاقہ پر قبضہ کرنے کا اعزاز ایک اور احمدی افسر بریگیڈیئر افتخار جنجوعہ کو حاصل ہوا جنہوں نے اپنی جان پر کھیل کر اگلی صفوں میں جنگ لڑی اور زخمی بھی ہوئے۔اس کارنامے کے سبب آپ ہیرو آف رن کچھ کہلائے اور ہلال جرأت کے حق دار ٹھہرے۔اس بہادر افسر نے 1971 کی جنگ میں ملک پر اپنی جان نثار کردی اور پاک فوج کے جنرل رینک کے وہ واحد افسر ہوئے جنہوں نے میدان جنگ میں لڑتے ہوئے جان دی آپ کو دوسری بار ہلال جرأت دیا گیا۔

آج حقائق کو جتنا چاہے نظر انداز کیا جائے کل جب وقت کا پہیہ آگے بڑھ چکا ہوگا اور سچائی راہ پائے گی تو یہ روشن اور تابندہ لوگ ملک کی تاریخ میں پھر جگمگائیں گے۔

اسی طرح وہ بہادر اور جی دار احمدی جنہوں نے حق کے لئے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا وہ سب بہادر احمدی مرد اور خواتین اور بچے جنہوں نے اپنے بیٹوں، شوہروں، باپوں اور بھائیوں کے اللہ کی راہ میں قربان ہو جانے پر کمال درجہ صبر کا نمونہ دکھایا۔وہ بہادر اور جری اور حوصلہ مند احمدی جنہوں نے خالی ہاتھ مسلح دہشت گردوں کو قابو کیا اور وہ بہادر احمدی جن کی حفاظتی تدابیر نے دہشت گردوں کو ناکام کیا اور فرار ہونے کی راہ دکھائی یہ سب کل تاریخ میں اپنا روشن مقام پائیں گے اور ہمت، شجاعت اور بہادری کی ان کہانیوں کے کردار ہوں گے جو مائیں اپنے بچوں کو سنایا کریں گی۔

کھل جائیں گے سَو دَر، جو ایک کرو بند

مبارک احمد چودھری

کرتا ہے کوئی ان کے دریاؤں کو اب بند　　یہ چاہتے ہیں کر دیں احمدیوں کا مُنہ بند

مُلّا نے یہ ہے سوچا، کیونکر رہے وہ پیچھے　　مل کر کیا ہے اس نے نبوت کا دَر بھی بند

تبلیغ اب ہماری، دنیا میں ہرسُو جاری　　تثلیث کا کیا ہے، ہم نے ہی منہ بند

چھوڑو کفر کے فتوؤں کو اب تم خدارا　　ہو جائیں نہ ان سے کہیں فیضانِ خدا بند

روکو گے تم کہاں تک، تبلیغ اب ہماری　　کھل جائیں گے سَو دَر، جو ایک کرو بند

ساؤتھ ریجن امریکہ کی تبلیغی اور تربیتی سرگرمیاں

مولانا محمد ظفر اللہ ہنجرا، مربی سلسلہ ساؤتھ ریجن امریکہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں بار بار کہتا ہوں کہ خدمت میں جان توڑ کر کوشش کرو مگر دل میں مت لاؤ کہ ہم نے کچھ کیا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے ہلاک ہوجاؤ گے۔ یہ تمام خیالات ادب سے دُور ہیں اور جس قدر بے ادب جلد تر ہلاک ہوجاتا ہے ایسا جلد کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔''

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحات 54-55)

خدمتِ دین تو اِک فضلِ الٰہی ہے اس لئے تمام وہ لوگ جو کسی نہ کسی طرح خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں وہ ہمیشہ ان افضال سے نوازے جاتے رہیں گے۔ ان خدمات کے تذکرہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس سے دوسروں کو ترغیب یا رہنمائی کا موقع میسر آئے کیونکہ حضور اقدس نے اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ ایک جماعت کی کارکردگی دوسروں کیلئے مزید رہنمائی کا موجب بنتی ہے۔ آپ نے غانا کے ایک احمدی کا ذکر کیا جس نے فلاڈلفیا میں ایک جماعت کا 'بل بورڈ (اشتہار) دیکھا تو اسی طرح کا اس نے غانا میں شروع کر دیا۔

جنوبی ریجن امریکہ میں تبلیغی اور تربیتی سرگرمیاں کوئی خاص نمایاں نہیں ہیں لیکن اخلاص و وفا اور قربانیاں ضرور قابلِ ذکر ہیں جو باوجود یہاں کی مصروف زندگی کے مخلصین کا خدمات دینیہ کیلئے وقت نکالنا بھی' صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نشان ہے۔ آپ نے حقیقۃ الوحی میں اپنی صداقت کا چھہترواں (76) نشان اپنی جماعت کو قرار دیا۔

براہین احمدیہ میں حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں کہ میری نسبت خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی ہے

'' اَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تیری محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالوں گا اور میں اپنی آنکھوں کے سامنے تیری پرورش کروں گا۔''

آپ فرماتے ہیں:

''ہزار ہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے کہ جن کے دلوں میں اس نے میری محبت بھر دی اور بعض نے میرے لئے جان دے دی اور بعض نے اپنی مالی تباہی میرے لئے منظور کی اور بعض میرے لئے اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور دکھ دیئے گئے اور ستائے گئے۔ بہتیرے ایسے ہیں کہ اگر میں کہوں کہ وہ اپنے مالوں سے دست بردار ہوجائیں یا اپنی جانوں کو میرے لئے فدا کریں تو وہ طیار ہیں جب میں اس درجہ کا صدق اور ارادت اکثر افراد جماعت میں پاتا ہوں تو بے اختیار مجھے کہنا پڑتا ہے کہ:

اے میرے قادر خدا درحقیقت ذرّہ ذرّہ پر تیرا تصرّف ہے تو نے ان دلوں کو ایسے پُر آشوب زمانہ میں میری طرف کھینچا اور انکو استقامت بخشی یہ تیری قدرت کا نشانِ عظیم ہے۔''

(حقیقۃ الوحی 22/239)

پس اس جنوبی ریجن میں اس اخلاص وفدائیت سے پُر وہ خدمت گزار ہیں جو صداقت مسیح موعودؑ کا نشان ہیں۔ جنوبی ریجن امریکہ میں ٹیکساس ریاست میں Austin, Dallas اور Houston تین بڑی نمایاں جماعتیں ہیں۔ اس کے علاوہ Tulsa اور New Orleans کی جماعتیں بھی ہیں جس میں متفرق مقامات پر احمدی خاندان آباد ہیں جن کے فاصلے آپس میں بہت زیادہ ہیں لیکن اس کے باوجود مہینہ میں ایک دفعہ ضرور ملتے ہیں اور وعظ و نصیحت سے علم وعرفان کو مزید بڑھا لیتے ہیں۔ ان کے علاوہ مقامی اور مرکزی سطح پر تربیتی اور تبلیغی سرگرمیوں کی ترغیب اور جائزہ لیا جاتا ہے۔ ٹیکساس میں گزشتہ سالوں میں مشرق اور مغرب سے کئی خاندان آ کر آباد ہوئے ہیں۔ اقتصادی حالات کی وجہ سے اور اس کے علاوہ یہاں کا موسم بھی پاکستان جیسا ہے اور یہاں کا رہن سہن بھی امریکہ کی دوسری ریاستوں کی نسبت سستا ہے اس لئے لوگ یہاں آباد ہونے کو ترجیح دیتے ہیں اور غالباً امریکہ میں پاکستانی آبادی باقی شہروں کی نسبت Houston میں زیادہ ہے۔

یہاں پر ہمارا ایک گھنٹے کا بروز ہفتہ Live ریڈیو پروگرام ہوتا ہے اور اتوار کو ریکارڈ شدہ پروگرام نشرِ مکرّر کے طور پر شام 6-7 بجے سنٹرل وقت کے مطابق انٹرنیٹ کے ذریعے

دنیا کے ہر علاقہ میں سنا جاتا ہے۔ شیخ افتخار احمد صاحب بڑی محنت سے اس کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس کا ایڈریس یہ ہے:

www.KXYZradio.com

1320AM Radio Houston

Houston جماعت کو گزشتہ سالوں میں تین جماعتوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ جس کی وجہ سے خدا کے فضل سے تبلیغی اور تربیتی سرگرمیوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ہر جماعت کے اندر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا جذبہ موجزن ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

Houston North

نارتھ جماعت کے صدر رانا کلیم احمد صاحب ہیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ

Houston میں ایک خوبصورت مسجد اور اس کے ساتھ ہال، دفاتر اور کھیل کا میدان ہے۔ اس کے علاوہ مربی سلسلہ کی رہائش کیلئے ایک مکان موجود ہے۔ اس جگہ کا رقبہ 15 ایکڑ ہے اور مسجد کی تعمیر اور زمین کا خرچ مکرم چوہدری محمد یونس صاحب نے ادا کیا۔ اللہ ان کے اموال ونفوس میں برکت ڈالے۔

رمضان کے دنوں میں خدا کے فضل سے روزانہ افطاری، درس قرآن کریم اور تراویح کا انتظام رہا۔ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو حاضرین کی تعداد بڑھ جاتی تھی۔ ان دنوں کی افطاری کا انتظام لجنہ اماء اللہ نے کیا۔ اس ضمن میں Houston North کی 18 ممبرات نے پورا مہینہ کھانا پکانے اور افطاری کے انتظامات کو احسن طریق سے سرانجام دیا۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا خصوصاً جمعہ، ہفتہ اتوار حاضری 300 تک پہنچ جایا کرتی تھی اور اس طریقہ سے ایک بہت بڑی رقم کی بچت ہوئی اور کھانا بھی اعلیٰ اور صاف ستھرا پیش کیا۔ احباب جماعت نے ان کی اس والہانہ قربانی کو سراہا اور دُعا دی۔

اللہ تعالیٰ لجنہ اماء اللہ کے اس اخلاص و وفا اور جذبہ کو ہمیشہ زندہ رکھے اور خدمتِ دین کی روح ان کی اولادوں میں بھی قائم و دائم رکھے۔ لجنہ اماء اللہ نارتھ نے اس دفعہ سیدنا بلال فنڈ میں 7000 ڈالرز کی رقم بھی پیش کی۔ یہ اس کے علاوہ ہے جو مالی قربانیاں جماعت میں رائج ہیں۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا تھا کہ ایسے قربانیاں کرنے والے دراصل میری صداقت کا نشان ہیں۔

اطفال، خدّام اور ناصرات کی تقاریر

رمضان میں گزشتہ کئی سالوں سے نماز مغرب کے بعد اور کھانے سے پہلے 20 منٹ ہم نے اطفال اور خدام کی تقاریر رکھے ہوتے ہیں جس میں ہر خادم اور طفل نے حصہ لیا اور ایک ایسا ماحول بن چکا ہے تقریر کئے بغیر جائے فرار نہیں اور اس کی تیاری اور پڑھنے کی بجائے زبانی کرنے کی پریکٹس کروائی جاتی رہی اور خدا کے فضل سے ہمارے خدام اور اطفال اس معاملے میں مکمل تیار ہو چکے ہیں۔

اس سال دورانِ رمضان، ناصرات کی سرگرمیوں کا بھی لجنہ اماء اللہ نے انتظام کیا تھا اور اس میں بھی اچھی پیش رفت ہوئی ہے۔ رمضان میں اس طریق کو صرف Houston میں ہی نہیں بلکہ Dallas اور Austin کی جماعتوں میں بھی شروع کیا گیا لیکن اس سال ڈیلس اور آسٹن میں ایک مکمل دن تقاریر کیلئے رکھا گیا اور عناوین دو ہفتے پہلے دیئے گئے تھے۔ چنانچہ خدّام، اطفال اور ناصرات نے ذاتی دلچسپی سے تیاری کر کے حصہ لیا اور ان کی کوشش کو سراہا گیا۔ Dallas کی ناصرات میں نظموں اور تقاریر کا ایک بڑا رجحان پیدا ہو چکا ہے جس میں صدر لجنہ اماء اللہ کی محنت اور کوشش کا بہت دخل ہے، اللہ سب کو جزائے خیر دے، آمین۔

ویسے تو علمی مقابلہ جات اور تقاریر پورے سال میں ہوتی ہیں لیکن رمضان میں خصوصیت کے ساتھ کوشش کی جاتی ہے۔ بعض لوگ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ ہمیں زبردستی مجبور کیا جاتا ہے کہ بیٹھ کر تقریریں سنیں اور کھانا کھائیں لیکن عظیم مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور اب ہیوسٹن جماعت یہ محسوس کر چکی ہے کہ واقعی اس کا بہت فائدہ ہوا ہے۔

وہ اطفال جو حفظ قرآن کی کلاسز اٹینڈ کرنے کیلئے اس سال واشنگٹن گئے تھے، اس رمضان المبارک میں، آسٹن اور ہیوسٹن میں انکو تراویح پڑھانے کی ترغیب دی گئی اور یہ بھی خدا کے فضل سے اچھا کامیاب تجربہ رہا۔ جب تک نئی نسل کو جماعتی کاموں میں شامل نہیں کریں گے اور ان کی دلچسپی کے رُخ دین کی طرف موڑیں گے نہیں اس وقت تک رُعبِ دجّال سے محفوظ نہیں رہ سکتے اور اس کے ساتھ دعائیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے کی ہیں ان کو بھی ہمیں روزمرہ کا معمول بنانا ہوگا۔

درس قرآن کریم

رمضان میں درس القرآن کریم کا انتظام کیا گیا۔ جمعہ، ہفتہ اتوار ہیوسٹن میں افطار سے ایک گھنٹہ قبل درس قرآن کریم اور باقی ایام میں کھانے کے بعد مغرب سے عشاء تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور اسی طرح Dallas اور Austin کی مساجد میں بھی درس قرآن اور تراویح کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔

افطاری

ہیوسٹن میں ہر سال کی طرح اس سال بھی عیدالفطر کے کھانے کا انتظام چوہدری محمد یونس

صاحب نے کیا ہوا تھا۔اس سال دورونزدیک سے کافی فیملیاں اپنے دوست احباب کو ملنے کیلئے Houston آئی ہوئی تھیں۔کھانا بہت پُر تکلف اور کافی تھا اور یہ عید اور رمضان کے دنوں میں ہمیشہ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے اموال ونفوس میں برکت ڈالے۔خدا کے فضل سے جماعت کے اندر بہت قربانیاں کرنے والے لوگ ہیں اور نام ونمود سے ان کا دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

غیراز جماعت احباب کی آمد

رمضان میں روزانہ افطاری کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ غیر از جماعت احباب بھی شامل ہوتے رہے اور اس ذریعے سے ان کو جماعت کا پتہ چلتا رہا۔اور Dallas اور Austin میں بھی افطاریوں کے موقع پر غیراز جماعت افراد شامل ہوئے اور اس طرح ان تک پیغام حق پہنچانے کا موقع بھی ملتا رہا۔

تقریبِ آمین

اس رمضان میں ڈاکٹر عطاء الرّب کے بیٹے عزیزم اسماعیل نے بہت چھوٹی عمر میں نہایت محنت اور سنجیدگی سے قرآن پاک کا پہلا دَور مکمل کیا۔اور اسی طرح مکرم خالد محمود صاحب کی بیٹی کرن کی آمین کی تقریب ہوئی انہوں نے بھی قرآن کریم مکمل کرلیا۔ پولیس چیفس اور شیرف بھی مسجد میں تشریف لائے اور اظہارِ خیال کیا نیز جماعت کی کارکردگی اور کوششوں کو سراہا (اس کی تفصیل اگلے شمارہ میں)۔

تبلیغ۔دعوت الی اللہ

جنوبی ریجن میں خدا کے فضل سے دعوت الی اللہ کا کام بڑے زور وشور سے جاری ہے۔پمفلٹ کی تقسیم کا کام رمضان میں بھی ڈیلس کے خدام اور انصار نے جاری رکھا ہے لیکن Houston میں یہ کام شروع میں تو انفرادی طور پر جاری رہا لیکن اب عید کے بعد دوبارہ اس میں تیزی آگئی ہے۔ایک دن خاکسار سپینش کے علاقہ میں گیا اور پمفلٹ کی تقسیم کی، یہ میرا اسپینش لوگوں میں تبلیغ کرنے کا پہلا تجربہ تھا۔میرے تجربہ کے مطابق سپینش بڑے شوق اور کھلے دل سے دوسروں کا موقف سنتے ہیں۔اب باقاعدہ آسٹن، ڈیلس اور ہیوسٹن میں ان لوگوں میں تبلیغ کا کام شروع ہو چکا ہے۔

Dallas میں بین المذاہب (Interfaith) اجلاس

12 ستمبر: خاکسار غیر از جماعت دوست مائیک غوث کی دعوت پر اس کے انٹرفیتھ اجلاس میں شامل ہوا۔انہوں نے مجھے کہا کہ آپ اچکن پہن کر آئیں اور جماعت احمدیہ کی نمائندگی کریں۔موصوف نے مختلف مکاتب ہائے فکر کے نمائندوں کو بلایا ہوا تھا۔جنہوں نے 9/11 اور قرآن مجید کے جلانے کے منصوبہ کے متعلق اظہارِ خیال کیا۔ خاکسار نے بھی جماعت کا تعارف اور اپنا نقطہء نظر پیش کیا اور میرے ساتھ Dallas جماعت کے احباب بھی تھے۔حاضری تقریباً 125 تھی۔مختلف لوگوں سے تعارف ہوا اور پمفلٹ "Muslims for peace" بھی احباب جماعت نے لوگوں میں تقسیم کئے۔لوگوں سے تعارف بڑھا اور Dallas میں تبلیغ کیلئے نئے راستے کھلے۔اس کی بھی ایک لمبی تفصیل ہے۔

اس رمضان میں مجھے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے خط موصول ہوا کہ تقسیم پمفلٹ کے علاوہ میڈیا میں اثر ورسوخ بڑھاؤ اور اس کو بھی ذریعہ دعوت الی اللہ بناؤ۔اس کے ایک ہفتہ کے بعد حضور انور نے جمعہ کے خطبہ میں جماعت امریکہ کو توجہ دلائی کہ فلوریڈا کے پادری کی طرف سے' قرآن جلانے کے مذموم اعلان کے متعلق دنیا کو آگاہ کریں اور جماعت احمدیہ امریکہ اس کے دفاع کی کوشش کرے۔
اس سے اگلے دن مکرم نسیم مہدی صاحب مشنری انچارج اور نائب امیر امریکہ کی صدران اور مربیان سے میٹنگ تھی جس میں حضور اقدس کی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کیلئے صدران کو ہدایات دیں۔اس سے اگلے دن Houston جماعت نے اس پہلو پر سوچنا شروع کر دیا۔اس پر عمل عید کے بعد ہی ممکن نظر آرہا تھا کیونکہ انتظامات اور اطلاعات کیلئے کافی وقت نہیں تھا۔

Cypress Houston میں بین المذاہب اجلاس

آخر Cypress Houston کے صدر مکرم داؤد منیر صاحب نے جماعت کے مشورہ سے اعلان کیا کہ 4 ستمبر بروز ہفتہ Sanctity of Holy Scriptures کے عنوان کے تحت انٹرفیتھ پروگرام ہوگا۔دو ہفتے سے بھی کم وقت ملا۔اس کیلئے مختلف مذاہب کے مقررین سے روابط، میڈیا اور اخبارات میں اشتہارات اور اعلانات وغیرہ بہت وقت اور محنت طلب کام تھے۔چنانچہ جس طرح اس کو منظم کیا گیا ایک تھوڑے سے وقت میں بڑا ہی عظیم کام تھا لیکن اس کے ساتھ حضور اقدس کی دعائیں بھی تھیں کیونکہ ہر دوسرے روز میں دعا کیلئے ان کی خدمت میں خط تحریر کررہا تھا۔
اس کے ساتھ مکرم کلیم رانا اور مکرم شاہد احمد صاحب نے بھی بھرپور تعاون کیا اور تینوں جماعتوں کے افراد نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے کیلئے بڑی محنت سے کام کیا۔TV اور ریڈیو سے روابط کئے لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔البتہ اخبارات کرانیکل کے نمائندے آئے انہوں نے اس کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی۔Dallas سے بھی ایک جماعت کا وفد اور ایک سپیکر غوث صاحب تشریف لائے اور Austin

جماعت کے صدر افتخار نغمی صاحب اپنے وفد کو لے کر آئے۔ مکرم لطف الرحمٰن محمود صاحب' باوجود ناسازیٔ طبع' تشریف لائے اور پُر معارف اور جامع تقریر کے ذریعہ سے اس پروگرام میں نمایاں طور پر حصہ لیا۔ اللہ سب کو جزائے خیر دے۔ اس میں 10 مقررین نے حصہ لیا اور اختتامی تقریر مکرم منعم نعیم صاحب نے کی۔ سب مذاہب نے اپنے اپنے نکتہ نگاہ سے قرآن جلانے کے منصوبہ کی مذمّت کی اور اس کو امن برباد کرنے کا موجب گردانا۔

اور بعد میں افطاری ہوئی۔ مہمانوں کے ریفریشمنٹ کا انتظام تھا جس کے بعد ڈنر پیش کیا گیا۔ اگلے دن اخبارات میں اس کی تفصیل شائع ہوئی جو جماعت کیلئے وجہء شہرت بنی اور میڈیا کے ساتھ روابط اور مضبوط ہو گئے۔

Dallas سے مکرمہ صائمہ شیخ صاحبہ اہلیہ مکرم محفوظ شیخ صاحب نے بہت محنت کی تھی لیکن TV کے سلسلے میں کامیابی نہ ہو سکی تھی۔ وہ محنت عید کے دن کے پروگرام میں اس طرح کام آئی کہ تین TV چینلز نے ہمارے عید کے پروگرام اور پریس کانفرنس کو پہلی خبر کے طور پر پیش کیا۔ اس کانفرنس سے جہاں بہت کچھ سیکھا وہاں دو باتیں تو کھل کر سامنے آ گئیں:

1۔ جب خلیفہء وقت کی طرف سے آواز آئے اس پر فوراً لبیک کہا جائے مشکلات بھی ہونگی تو خدا محض اپنے فضل سے دُور کر دے گا اس کو من وعن ہر احمدی کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ سوچوں کے انداز مثبت ہوں تو برکت لازمی پڑتی ہے۔ بہانہ جوئی اور عذر تلاش کرنا ان برکات سے محروم کر دیتا ہے۔

2۔ کام کرنا ہو تو مشکلات خود بخود ختم ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ مختلف راستے نکال دیتا ہے۔

Houston South کی پریس کانفرنس اور عید الفطر

جماعت احمدیہ کی کامیابی کا راز ہی امام وقت کی آواز اور ہر احمدی کا اس پر لبیک کہنا ہے۔ چونکہ گزشتہ انٹرفیتھ پر ہماری کافی محنت اور روابط ہو چکے تھے اس کو مزید استعمال کرنے کیلئے Houston South جماعت کے صدر مکرم عامر ملک صاحب اور شاہد احمد صاحب نے عید کے دن پریس کانفرنس کرنے اور 9/11 کے دن کو یاد کرنے کیلئے جس میں ہزاروں امریکن مارے گئے، مختلف مذاہب کے لوگوں کو بلایا اور انہوں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس تقریب کا آغاز نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد کیا گیا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد مکرم عامر ملک صاحب نے پریس ریلیز پڑھی اور سوالات کا موقعہ دیا۔ بعد ازاں تین مقررین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ یہ پروگرام ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ چنانچہ اس دن Fox اور چینل 2 نے اپنی پہلی خبر میں' جماعت احمدیہ اور ہماری حُب الوطنی جو کہ ہر مومن پر فرض ہے' کا بار بار ذکر کیا۔ ہماری عید اور خطبہ و نماز جمعہ کی جھلکیاں دکھائی گئیں۔ اس کے ساتھ Muslims for Peace پمفلٹ کی تقسیم کا بھی ذکر کیا گیا کہ ہم صرف زبانی نہیں بلکہ عملی طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ ہم اس ملک کو امن کا گہوارہ بنائیں گے۔

چنانچہ حضور اقدس کے اس ارشاد کے بعد میڈیا میں جانے کے راستے بھی کھلے اور اس کی کوریج بھی ہوئی۔ اس لئے جس رُخ کی ہوا چلے ہمیں بھی اس طرف چل کر اپنا حصہ ڈالنا چاہیئے۔ یہ تو خدا کی تقدیر ہے اور تدبیر ہمارے ہاتھ میں تھمائی گئی ہے۔ یہ سب تفصیلات ہیں جو آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جس میں تقدیر کی انگلی کامیابی کی طرف اشارے کر رہی ہے۔ میں سب کچھ تو بیان نہیں کر سکتا صرف مختصراً رکھ رہا ہوں ورنہ تو ایک پورا اشارہ بھی کافی نہیں ہوگا۔

لجنہ اماء اللہ جنوبی ریجن کی سرگرمیاں

لجنہ اماء اللہ CypressHouston

Cypress Houston اپنی اعلیٰ کارکردگی کی بنیاد پر امریکہ کی میڈیم مجالس میں سے اوّل قرار پائی ہے۔

ہر ماہ با قاعدگی سے اپنا اجلاس اور کلاسیں جاری رکھے ہوئے ہے۔

لجنہ اماء اللہ Houston North

Houston North کی ممبرات نے خدا کے فضل سے رمضان میں افطاری کا کھانا بنانے اور دیگر انتظامات کیلئے اپنی خدمات پیش کیں۔ اللہ سب کو جزائے خیر دے، آمین۔ اس کے علاوہ گزشتہ مہینوں میں Houston Community Newspapers میں 6 آرٹیکلز شائع کئے گئے۔ جس میں حجاب پر پابندی، اسلام، ماڈرن سوسائٹی اور اسلامی تعلیم کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس معاملے میں مجھے بھی ان کی ضرورت پڑی اور اخبارات میں انٹرفیتھ کی رپورٹ بھجوائی گئی۔ اس کے علاوہ

سیّدنا بلال فنڈ

کے تحت اس مجلس کی ممبرات نے Haiti زلزلہ کے متاثرین اور مختلف ضرورتوں کے

وقت ہیومینٹی فرسٹ کے ذریعے سے فنڈز اکٹھے کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔
ایک انٹرفیتھ "International tea for women" کا انعقاد کیا گیا جس میں 26 مہمانوں نے شرکت کی۔
اس مجلس کی ممبرات' خدمتِ خلق کے شعبہ کے تحت غرباء، محتاجوں اور معذوروں کو کھانا مہیا کرنے، ان کی مدد کرنے میں ایک نام پیدا کر چکی ہیں اور نارتھ ویسٹ منسٹری نے اس کا اظہار کیا ہے اور شکریہ کا خط بھی لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جذبہء تبلیغ اور خدمتِ خلق میں مزید برکت عطا فرمائے، آمین۔

لجنہ اماء اللہ Houston South

Houston South بھی تربیت اور باقاعدگی سے اجلاس کروانے اور تبلیغِ احمدیت میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ وہ خدمتِ دین کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ اللہ ان سب کے اخلاص میں برکت ڈالے۔ اکتوبر 2010 سے گھروں میں اکٹھے ہو کر درس القرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ درس مہینے میں دو دفعہ ہوا کرے گا، انشاء اللہ۔ اس سلسلے کے پہلے درس القرآن میں ایک امریکن خاتون جو جماعت آسٹن کے ایک نومبائع کی والدہ ہیں' پورے خلوص سے شامل ہوئیں۔

لجنہ اماء اللہ Dallas

Outreach میڈیا میں کافی اثر و رسوخ پیدا کر رہی ہیں۔ اخبارات اور میڈیا سے روابط بڑھ رہے ہیں۔
20 جون کو انہوں نے بھی انٹرفیتھ کانفرنس کا انتظام کیا جس میں غیر از جماعت مہمانوں نے شمولیت کی اور اخبارات میں اس کی خوب تشہیر ہوئی۔
اس کے علاوہ مختلف گھروں میں جلسہ سیرۃ النبی ﷺ کا انعقاد کر چکی ہیں جس کا تربیت اور تبلیغ میں اہم کردار ہے اور مزید ایسے جلسے منعقد کرنے کا پروگرام ہے۔
رمضان میں ناصرات کی کلاسز اور نظمیں اور تقاریر کے مقابلے ہوئے اور رمضان سے پہلے ناصرات کیمپ بھی لگایا گیا۔
اس کے علاوہ تعلیمی و تربیتی کلاسیں، علمی مقابلے منعقد کئے گئے۔
غیر فعال یا کم فعال ممبرات کو فعال بنانے کی غرض سے ان کے گھروں میں جا کر خیریت معلوم کی گئی۔ اس اقدام سے ان سے ذاتی اور جماعتی طور پر روابط مضبوط بنانے میں خاطر خواہ فائدہ ہوا ہے۔

لجنہ اماء اللہ Austin

آسٹن جماعت نے اپنی مسجد تین سال پہلے خریدی تھی۔ اس کے بعد یہ جماعت کافی فعال ہوگئی ہے۔ باقاعدہ اجلاس اور کلاسز ہوتی ہیں۔ یہاں کی ممبرات نے اپنے گھروں کے قرب و جوار میں Muslims for Peace تبلیغی پمفلٹ کی تقسیم کے ساتھ دورانِ رمضان' غیر از جماعت ہمسایوں کو افطاری بھجوائی، دیگر امور پر تبلیغ کی اور مسجد بیت المقیت میں آنے کی دعوت دی۔ اس کے جواب میں چند لوگوں نے بذریعہ email جماعت سے رابطہ کیا، مسجد آئے اور اسلامی نماز، روزہ، افطار، مہمان نوازی، حسنِ معاشرت جیسے خوبصورت پہلوؤں کا بذاتِ خود مشاہدہ کیا۔ یہاں پر ریجنل لیول پر لجنہ اماء اللہ تنظیم کے شعبہ جات کے تحت مختلف پروگرام ترتیب دیئے گئے تھے جن کی تفصیل گزشتہ شمارہ میں آچکی ہے۔ فعال اور محنت اور اخلاص سے پُر مجلس ہے۔ جماعت امریکہ کے ماہانہ ''النور رسالہ'' کی تیاری میں بھی اس جماعت کی کاوش شامل ہے۔

جماعت Austin

آسٹن میں دو امریکی نژاد نے احمدیت قبول کی ہے۔ یہ دونوں حضرات اخلاص و وفا سے پُر ہیں۔ ایک اور امریکن احمدی 150 میل کا سفر کر کے رمضان کے دنوں میں مسجد آتے رہے اور دین کو سیکھنے کی پیاس بجھاتے رہے۔
پروفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم پرنسپل ٹی۔آئی کالج ربوہ کی اولاد میں سے' مع اہلِ خانہ' تین دختران اور سب سے بڑے صاحبزادے پروفیسر لطف الرحمٰن محمود صاحب اس جماعت میں شامل ہیں۔ رسالہ ''النور'' کے قارئین ان کی تحریروں کی وساطت سے ان سے بخوبی واقف ہیں۔ پروفیسر صاحب نمایاں طریق سے علمی و قلمی جہاد میں مصروفِ عمل ہیں۔ موصوف ان مخلص مجاہدین میں سے ہیں جنہیں خدمتِ دین کے سلسلے میں صحت کی خرابی بھی آڑے نہیں آتی بلکہ دین جان سے پیارا بن جاتا ہے۔ آپ اس جماعت کے درس القرآن کے مدرس ہیں جس میں سوال و جواب کیلئے خاصا وقت دیا جاتا ہے اور حاضرین درس و تدریس کے اس موقعہ سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔
جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ اس جماعت نے تین سال قبل مسجد خریدی ہے اور تاحال بقایا جات کی ادائیگی کر رہی ہے لیکن اس کی وجہ سے دوسرے چندہ جات کی ادائیگی میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ سال بہ سال اس میدان میں ان کا قدم آگے ہی بڑھ رہا ہے، الحمدللہ۔
جماعت آسٹن' جس میں San Antonio, Temple اور Round Rock کے علاقے بھی شامل ہیں، کی مسجد Round Rock میں ہے۔ اس سال عیدالفطر سے چند دن قبل' اس علاقے میں شدید بارشیں ہوئیں جس سے گزشتہ 100 سال کا

ریکارڈ ٹوٹ گیا اور اس علاقے میں سیلاب آ گیا۔ مسجد بیت المقیت' اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس شدید موسم کے اثر سے محفوظ رہی لیکن اس کے پہلو میں سے ایک نالہ گزرتا ہے جس کا پانی قریب کے 80 گھروں اور علاقے کیلئے نقصان کا باعث بنا۔ جہاں مسجد کی ہمسائیگی میں بسنے والے غیر از جماعت لوگوں نے مسجد کی خیریت دریافت کی وہاں جماعت نے بھی وقارِ عمل کر کے ان سیلاب زدگان کی ایسی بے لوث مدد کی کہ وہ خدمتِ خلق کے اس اعلیٰ معیار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور مقامی میگزین میں احسن طور پر اس کا تذکرہ بھی کیا۔

اس موقعہ پر علاقے کے چیف آف پولیس کو مسجد میں بطور مہمان افطاری پر مدعو کیا گیا۔ انہوں نے مہمان نوازی سے متاثر ہو کر شکریہ ادا کیا۔ اس کے علاوہ رمضان کے دنوں میں اور بھی غیر از جماعت مہمان تشریف لاتے رہے اور بہت اچھا تاثر لے کر گئے۔ خدا کے فضل و کرم سے اس علاقے میں جماعت احمدیہ آسٹن کے تعارف کا دائرہ تیزی سے وسیع ہو رہا ہے لیکن اسے مزید وسعت دینے کیلئے' میڈیا، پریس اور لوکل دفاتر میں روابط پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

قائد صاحب خدام الاحمدیہ بہت محنت سے کام کرتے ہیں اور اس کے ساتھ صدر صاحب جماعت کا مسکراتا چہرہ جماعت کو آگے سے آگے لے جانے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب خدمت کرنے والوں کو اپنے فضلوں کے سائے تلے رکھے اور ہمیشہ ان کا حامی و ناصر ہو، آمین۔

اعتکاف

اس ریجن میں جہاں مسجدیں ہیں وہاں خدا کے فضل سے اعتکاف بیٹھنے کا انتظام تھا۔ Austin جماعت کے ایک نو مبائع جوزف صاحب گزشتہ دو سال سے مسنون اعتکاف کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ Dallas میں دو خدام نے اور Houston میں ایک خادم نے مسجد میں اعتکاف کیا۔ Dallas میں ایک نو مبائع برادر نشید صاحب نے بھی اعتکاف کیا اور اخلاص و وفا کا دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کر گئے۔ یہ نو مبائعین علم و عمل میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اللہ سب کو خادم دین بنائے، آمین۔

خدام الاحمدیہ Gulf Coast Region

Gulf ریجن میں خدام کی کارکردگی بھی باقی تنظیموں سے کم نہیں ہے۔ خدام کے اجتماع میں Dallas کی حاضری ایک ریکارڈ تھی اور اسی طرح ہیوسٹن اور آسٹن سے بھی خدام نے کثیر تعداد میں شرکت کی ہے۔

ٹی وی پروگرام

Cypress Houston کی مجلس' ہر ہفتہ باقاعدگی کے ساتھ Revival of Islam کے عنوان سے کمیونٹی ٹی وی چینل پر ایک ریکارڈ شدہ پروگرام نشر کرتی ہے۔ Houston North کی جماعت بھی ہر ہفتہ ایک گھنٹے کا ٹی وی کے مقامی چینل پر ریکارڈڈ پروگرام پیش کرتی ہے۔

اس کے علاوہ وقارِ عمل مختلف مواقع پر خدمت اور پمفلٹ کی تقسیم میں یہ ریجن بہت بڑھ کر کام کر رہا ہے۔ اگلے شمارہ میں اس کی مزید تفصیل بیان کروں گا۔

تقریباتِ شادی

اب میں اس ریجن میں ہونے والی دو شادی کی تقریبات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

☆...... Houston میں مورخہ 30 جولائی کو مکرم مطیع الرحمان ولد منور احمد صاحب کی شادی ہمراہ عزیزہ مصلحہ منیر صاحبہ بنت مکرم داؤد منیر صاحب' ہوئی۔ بعد نمازِ جمعہ' نکاح کی تقریب ہوئی اور شام کو تقریبِ رخصتانہ تھی جس میں کثیر تعداد میں مہمان شامل ہوئے۔ خدا کے فضل سے کھانا اور باقی انتظام اعلیٰ درجہ کا تھا۔ کھانے کے بعد مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کی گئیں۔ امریکہ کے علاوہ جرمنی، ہالینڈ اور کینیڈا سے عزیز و اقارب نے شمولیت کی اور عزیزہ مصلحہ کو دعاؤں سے رخصت کیا۔

یکم اگست کو مکرم منور احمد صاحب نے Little Rock میں اپنے بیٹے کے ولیمہ کا اہتمام کیا۔ دعوتِ ولیمہ کی اس تقریب میں Tulsa جماعت کے علاوہ دوسرے شہروں سے بھی مہمانوں نے شرکت کی۔

☆...... Dallas میں مکرم انس سیفی ولد خالد سیفی صاحب (Santa Maria کیلیفورنیا) کی شادی ہمراہ فزا ملک بنت ملک خالد احمد صاحب آف Dallas ہوئی۔ یکم اگست کو تقریبِ رخصتانہ تھی جس میں Dallas جماعت کے علاوہ کینیڈا، لندن اور پاکستان سے مہمانوں نے اس تقریب میں شرکت کی، اس شادی کے انتظامات بھی بہت اچھے تھے۔ اس کے اگلے ہفتے مکرم خالد سیفی صاحب نے اپنے بیٹے کے ولیمہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ دُعا ہے کہ خدا کا سایہ ہمیشہ ان کے سروں پر رہے، آمین۔

اب اس رپورٹ کو فی الحال ختم کر رہا ہوں۔ New Orleans اور Tulsa جماعتوں کی رپورٹ اگلے شمارہ میں پیش کروں گا۔ ابھی بھی بہت ساری چیزیں میں لکھ نہیں پا رہا کیونکہ مضمون بہت لمبا ہو چکا ہے۔ اگر کچھ میں ضروری چیزیں نہیں لکھ سکا تو انشاء اللہ آئندہ مکمل کر دوں گا۔ آپ کی آراء اور مزید کارکردگی کا انتظار رہے گا۔ بہت کچھ لکھنے کو ہے مگر وقت کے ساتھ سب کچھ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

سوچو ذرا۔۔

(سیلابوں اور دیگر آفات کے پس منظر میں ایک دردمندانہ پیغام)

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد پاکستان

arshimalik50@hotmail.com

بد سے بد تر کس لئے حالات ہیں سوچو ذرا
کیوں مسلسل نت نئی آفات ہیں سوچو ذرا

کیوں طلوع ہوتا نہیں سورج تمہارے واسطے
کس لئے منحوس سے دن رات ہیں سوچو ذرا

تم کو کس منزل پہ لے آئے یہ ناداں راہبر
ہر طرف ظلمات ہی ظلمات ہیں سوچو ذرا

دیس کو جنت بنانے کے وہ وعدے کیا ہوئے
کیا یہی فردوس کے باغات ہیں سوچو ذرا

کیا خطا سرزد ہوئی تم سے جو یہ آلام ہیں
کس لئے سفاک سے لمحات ہیں سوچو ذرا

درجہ درجہ ذلتوں کی سمت تم بڑھتے رہے
اس سے آگے بھی کئی درجات ہیں سوچو ذرا

کس لئے پڑتا ہے تم پر روز و شب سوطِ عذاب
اس کے پیچھے کس کے مخفی ہاتھ ہیں سوچو ذرا

کیوں تمہیں ملتی نہیں توفیق استغفار کی
ذلتوں کے موسمِ برسات ہیں سوچو ذرا

وقت ہے اب بھی جہالت اور تعصب چھوڑ دو
تم پہ یہ دُشمن لگائے گھات ہیں سوچو ذرا

کم نصیبو تم سے کیوں ذوقِ تدبر چھن گیا
کیوں جہالت کی گھنی ظلمات ہیں سوچو ذرا

سارے دانشور تمہارے کس لئے لاچار ہیں
جاہ کی ان کو لگی لذات ہیں سوچو ذرا

جھولیاں پُر ہیں تمہاری حسرتوں کی دُھول سے
بھوک و ذلت کی فقط سوغات ہیں سوچو ذرا

کون سے اشجار تم بوتے رہے ہو مدتوں
تلخ تر جن کے بہت ثمرات ہیں سوچو ذرا

کس نے پڑھائے ہیں تم کو نفرتوں کے یہ نصاب
کون سے دشمن تمہارے ساتھ ہیں سوچو ذرا

چھوڑ دو یہ مارا ماری یہ اکڑفوں ظالمو!
اور پٹ جانے کے امکانات ہیں سوچو ذرا

قوم کو کچھ تو بتاؤ دین کے بیوپاریو!
ان سے کیوں روٹھی ہوئی برکات ہیں سوچو ذرا

ٹوٹ پڑتا ہے خدا کا قہر کن اقوام پر
کیا خدا کی سُنت و عادات ہیں سوچو ذرا

مہرباں جب ماں سے بھی بڑھ کر ہے ربِ ذوالجلال
پھر مسلسل کس لئے آفات ہیں سوچو ذرا

زلزلے سیلاب اپنی ذات میں کچھ بھی نہیں
یہ خدا کے ہاتھ میں آلات ہیں سوچو ذرا

دیکھتا ہے کب بھلا سیلاب رنگ و نسل کو
اس کے آگے سب سُبک ذرّات ہیں سوچو ذرا

بھیک کے لُقمے کی خاطر بھی جہاں لڑنا پڑے
ذات والے بھی وہاں بد ذات ہیں سوچو ذرا

ہو کے اُمت مصطفےٰ ﷺ کی کیوں ہیں مسکین و ذلیل
ہیں مسلماں عام یا سادات ہیں سوچو ذرا

تم نے دھتکارا نہ ہو اللہ کے مامور کو
کیوں مسلسل تم پہ یہ ہیہات ہیں سوچو ذرا

قومِ یونسؑ کی طرح گریہ کرو سجدے کرو
گریہ زاری کے یہی اوقات ہیں سوچو ذرا

گر چہ اک کڑوی دوا کی شکل ہیں نغمے مرے
کار آمد پر یہی نغمات ہیں سوچو ذرا

چھوڑ بھی عرشیؔ پڑھے گا کون یہ پھیکی غزل
حُسن ہے نہ عشق کے جذبات ہیں سوچو ذرا

تقویٰ کا معیار

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 31 /اگست 2007ء میں فرمایا:

''جلسہ میں شامل ہونے والے ہر احمدی کو اس مقصد کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے جلسہ میں شامل ہونے والے ہر احمدی کے لئے یہ موقع میسر فرمایا ہے تاکہ پاکیزہ ماحول کے زیر اثر زیادہ تیزی سے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ تو حیلہ نکالا ہے، یہ تو ایک ذریعہ ہے، ایک بہانہ ہے کہ تقویٰ میں جلد سے جلد ترقی ہو، تمہارے لئے تربیت کا ایک ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ورنہ صرف یہی نہیں کہ جو جلسہ میں شامل ہوں انہوں نے ہی اپنے معیار اونچے کرنے ہیں۔ ہر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہوا ہے، اس وقت آپؑ کی بیعت کے مقصد کو پورا کرنے والا ہوگا جب اپنے تقویٰ کے معیار بڑھائے گا۔

جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں ''خدا تعالیٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا سے مفقود ہو گئی تھی اور وہ حقیقی تقویٰ و طہارت جو اس زمانے میں پائے نہیں جاتے تھے دوبارہ اسے قائم کرے''۔ (تقریریں صفحہ21۔بحوالہ'' مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی رو سے'' جلد اول صفحہ 156)

پھر آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں ''سوائے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو، آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے''۔ (کشتیٔ نوح ۔روحانی خزائن جلد 19 صفحہ15)

پھر ایک جگہ آپؑ نے ہمیں نصیحت کرتے ہوئے اور توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ ہماری جماعت ''تقویٰ سے کام لے اور اولیاء بننے کی کوشش کرے''۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ279۔مطبوعہ لندن)''

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک عقیدہ حیاتِ مسیح

انصر رضا

غیر احمدی علماء سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپؑ نے عقیدہ حیاتِ مسیحؑ کو شرک قرار دیا جبکہ خود ایک لمبے عرصہ تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ مانتے رہے اور گویا خود اپنے اقرار کے مطابق شرک کیا۔ اس ضمن میں وہ حضور علیہ السلام کی مندرجہ ذیل تحریر پیش کرتے ہیں:

''فمن سوٗ الادب ان یقال ان عیسیٰ مامات
و ان ھو الا شرک عظیم''

ترجمہ: پس یہ سوئے ادب ہے کہ یہ کہا جائے کہ عیسیٰ فوت نہیں ہوئے اور یہ بہت بڑا شرک ہے۔

(الاستفتاء۔ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص39روحانی خزائن جلد22صفحہ660)

یہ اعتراض قرآن وحدیث سے ناواقفیت کے ساتھ ساتھ احمدیت سے بغض وعناد کا بیّن ثبوت ہے۔ یہ لوگ دراصل ان لوگوں کے پیروکار اور جانشین ہیں جو ہمیشہ انبیاء علیہم السلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے کہ جو کچھ آپ کو کہا جا رہا ہے وہی پہلے انبیاء کو بھی کہا جاتا تھا

(سورۃ حٰم سجدۃ 41:44)

گویا یہ معترضین ایک دوسرے کو یہی وصیت کرتے جاتے ہیں کہ ہر نبی کے دور میں تم نے ایسی ہی باتیں کرنی ہیں (سورۃ الذّٰریٰت 51:53,54)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ ایسی ایسی باتیں اس لئے کرتے ہیں کیونکہ ان کے دل ایک دوسرے سے مشابہ ہوتے ہیں (سورۃ البقرۃ:119)۔ اگر یہ علماء نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ہوتے تو ضرور ان پر بھی اسی طرح کے اعتراض کرتے۔

انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ قرآنی تعلیم یاد رکھنی چاہیئے کہ وہ کسی بھی معاملہ میں اس وقت تک حتمی بات نہیں کرتے جب تک اُنہیں اُس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح حکم نہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی یہ صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''لَا یَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَھُمۡ بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ''

(سورۃ الانبیاء:28)

وہ قول میں اُس سے آگے نہیں بڑھتے اور وہ اُسی کے حکم سے کام کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی یہ سنت مطہرہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ جب آپؐ سے کوئی سوال پوچھا جاتا تھا جس کے بارے میں اُس وقت تک وحی نازل نہیں ہو چکی ہوتی تھی تو نبی اکرم ﷺ خاموشی اختیار فرماتے تھے اور پھر اس بارے میں احکامِ الٰہی نازل ہونے پر سائل کو اس کا جواب مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے متعلق یہ بھی مسلمہ طور پر مانا جاتا ہے کہ آپؐ کچھ امور میں اہل کتاب کی پیروی کرتے تھے لیکن اس کے برخلاف وحی نازل ہونے پر اسے ترک کر دیا کرتے تھے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شرک کا الزام لگانے والے انہی علماء کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک روشن ستارے، چاند اور پھر سورج کو یکے بعد دیگرے دیکھ کر کہا کہ یہ میرا ربّ ہے۔ لیکن ان تینوں کو غروب ہوتا دیکھ کر کہا کہ غروب ہونے والا میرا ربّ نہیں ہوسکتا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جس طرح ہم نے ابراہیم کو یہ خیال سمجھایا اسی طرح اس سے پہلے بھی ہم ابراہیم کو تمام آسمانوں اور زمینوں کی حکومت دکھاتے تھے یعنی یہ سمجھاتے تھے کہ کُل دنیا کیا آسمان کی چیزیں اور کیا زمین کی سب ایک زبردست طاقت کے نیچے کام کررہی ہیں کوئی ان میں سے مستقل مؤثر نہیں اس لئے دکھاتے اور سمجھاتے تھے کہ وہ ان میں غور کرتا کرتا پورا کامل یقین رکھنے والا ہو جائے اور درجہ بدرجہ ترقی کرے۔۔۔ چنانچہ اسی اصول سے ابراہیم ترقی کرتا گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس روز اس کی باپ سے گفتگو ہوئی تمام دن اسی خیال میں سوچتا رہا کہ دنیا کا مالک میں کس کو سمجھوں پھر جب رات کا اندھیرا اس پر ہوا تو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کو دیکھ کر بولا شاید یہ میرا ربّ ہے مگر چونکہ متلاشی تھا اس لئے جب وہ غروب ہوا تو یہ سمجھ کر کہ طلوع وغروب ہونا ایک قسم کا انفعال ہے جو واجب تعالیٰ کے مناسب حال نہیں کہنے لگا میں ان ڈوبنے والوں کو خدائی کیلئے پسند نہیں کرتا۔ پھر تھوڑی دیر بعد جگمگا تا چاند دیکھ کر کہنے لگا شاید یہ میرا ربّ ہے کیونکہ ستارہ کی نسبت یہ بڑا ہے پھر جب وہ بھی قریب صبح کے کسی پہاڑ کی اوٹ میں غروب ہو گیا تو کہنے لگا میں تو سخت غلطی میں ہوں اگر میرا حقیقی پروردگار مجھے ہدایت نہ کرے گا تو میں بھی گمراہوں میں ہو جاؤں گا۔ پھر اس سے پیچھے جب صبح ہوئی تو سورج کو بڑی آب وتاب سے چمکتا ہوا اس نے دیکھا تو کہنے لگا شاید یہ میرا ربّ ہے کیونکہ یہ تو بہت بڑا ہے۔ پھر جب وہ بھی غروب ہوا تو بولا۔ اے میرے بھائیو! میری قوم کے لوگو! میں تمہارے شرک سے جو تم کر رہے ہو بیزار ہوں۔''

(تفسیر ثنائی۔ زیر تفسیر سورۃ الانعام۔ آیات۔ 57-58)

اس عبارت سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ ایک نبی اپنے مؤقف میں درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہے وہاں یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اس نبی کا حق الیقین تک پہنچنے سے پہلے والا کلام اسے مشرک یا گنہگار نہیں ٹھہراتا۔ سچا نبی موتیوں کی تلاش میں کسی چمکتی ہوئی چیز کو کچھ عرصہ کیلئے ہاتھ میں تھامتا ضرور ہے لیکن اس کی حقیقت پر مطلع ہوتے ہی اسے ترک کر دیتا ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى

(سورۃ الضحیٰ:8)

اور تجھے تلاش میں سرگرداں پایا۔ پس ہدایت دی۔

سورۃ الانعام کی انہی آیات کی تفسیر میں سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی اسی مؤقف کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سلسلہ میں ایک اور سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے تارے کو دیکھ کر کہا یہ میرا ربّ ہے، اور جب چاند اور سورج کو دیکھ کر انہیں اپنا ربّ کہا تو کیا اُس وقت عارضی طور پر ہی سہی، وہ شرک میں مبتلا نہ ہو گئے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک طالبِ حق اپنی جستجو کی راہ میں سفر کرتے ہوئے بیچ کی جن منزلوں پر غور وفکر کیلئے ٹھہرتا ہے، اصل اعتبار اُن منزلوں کا نہیں ہوتا بلکہ اصل اعتبار اُس سمت کا ہوتا ہے جس پر وہ پیش قدمی کر رہا ہوتا ہے اور اُس آخری مقام کا ہوتا ہے جہاں پہنچ کر وہ قیام کرتا ہے۔ بیچ کی منزلیں ہر جویائے حق کیلئے ناگزیر ہیں۔ طالب جب ان میں سے کسی منزل پر رُک کر کہتا ہے کہ ''ایسا ہے'' تو دراصل یہ اس کی آخری رائے نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ''ایسا ہے؟'' اور تحقیق سے اس کا جواب نفی میں پا کر وہ آگے بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا بالکل غلط ہے کہ اثنائے راہ میں جہاں جہاں وہ ٹھہرتا رہا وہاں وہ عارضی طور پر کفر یا شرک میں مبتلا رہا۔

(تفهيم القرآن صفحه 559,558)

مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام شرک سے پاک ہوتے ہیں اور اُن کے کسی ایسے قول سے جو بظاہر شرک محسوس ہوتا ہو یا اُن کے آخری اور حتمی قول اور عقیدہ کی روشنی میں سابقہ قول شرک ٹھہرتا ہو تب بھی انبیاء علیہم السلام پر شرک کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

احادیث میں اس کی مثال نبی اکرم ﷺ کے ایسے اقوال سے ملتی ہے جن میں آنحضرت ﷺ نے خود کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینے سے منع فرمایا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خود کو افضل قرار دینے والوں کو جھوٹا قرار دیا جبکہ بعد میں خود کو ''سیّد ولد آدم'' قرار دیا۔ آج تمام مسلمان بلا امتیاز فرقہ نبی اکرم ﷺ کو افضل الانبیاء مانتے ہیں اور کوئی بھی ایک دوسرے کو جھوٹا قرار نہیں دیتا۔ اس ضمن میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں نے براہین احمدیہ میں جو کچھ مسیح بن مریم کے دوبارہ آنے کا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں۔سو اسی ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے براہین میں لکھ دیا تھا کہ میں صرف مثیل موعود ہوں۔اور میری خلافت صرف روحانی خلافت ہے لیکن جب مسیح آئے گا تو اس کی ظاہری اور جسمانی دونوں طور پر خلافت ہوگی۔یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے جو ملہم کو قبل از انکشافات اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے کیونکہ جو لوگ خدائے تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کر سکتے۔اسی وجہ سے ہمارے نبی ﷺ جب تک خدائے تعالیٰ کی طرف سے بعض عبادات کے ادا کرنے کے بارہ میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی تب تک اہلِ کتاب کی سُنن دینیہ پر قدم مارنا بہتر جانتے تھے اور بروقت نزول وحی اور دریافت اصل حقیقت کے اس کو چھوڑ دیتے تھے۔سو اسی لحاظ سے حضرت مسیح بن مریم کی نسبت اپنی طرف سے براہین میں کوئی بحث نہیں کی گئی تھی۔اب جو خدا تعالیٰ نے حقیقت امر کو اس عاجز پر ظاہر فرمایا تو عام طور پر اس کا اعلان از بس ضروری تھا۔''

(ازالہ اوھام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 197,196)

حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

''میرے کلام میں کچھ تناقض نہیں۔میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں مَیں نے کہا۔اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔بات یہی ہے۔جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22۔صفحہ 154)

نظم

مظفر منصور

منزلت اب نہ قبا بیچ نہ دستار کے بیچ
شان اس کی ہے جو آئے نگہِ یار کے بیچ

دیکھ تو تیرے شہیدوں کا لہو رقص میں ہے
کیا عجب سحر ہے جاناں تری گفتار کے بیچ

میں ہوں وہ کثرت نظارہ کہ قاتل دیکھے
جسم در جسم مجھے اپنی ہی تلوار کے بیچ

صرف یہ رقصِ جنوں اہل محبت میں نہیں
کائناتوں کو ہے گردش تری رفتار کے بیچ

اپنے ہی خوابوں، خیالوں سے الجھتا ہے کوئی
جانے یہ کیا ہے ترے گیسوئے خمدار کے بیچ

کبھی آباد سرابوں سے رہا دشتِ جنوں
کبھی دریا نظر آئے درودیوار کے بیچ

سب مرے چہرے ہیں یہ سب مرے آوازے ہیں
یہ جو دیوانے نظر آتے ہیں بازار کے بیچ

سلسلہ اہل محبت کا کہیں ختم نہیں
تم نے منصورؔ کو کھینچا بھی تو کیا دار کے بیچ

مکرم پیر حبیب الرحمٰن صاحب سانگھڑ میں راہِ مولیٰ میں قربان ہو گئے

سلسلہ کے دیرینہ خادم مکرم ومحترم پیر حبیب الرحمٰن صاحب کو سانگھڑ میں مورخہ 19 اگست 2010 کو دو نقاب پوش موٹر سائیکل سواروں نے گولی ماری جس کی وجہ سے آپ موقع پر ہی راہ مولیٰ میں قربان ہو گئے ۔اِنّـا لِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ مکرم پیر حبیب الرحمٰن صاحب اپنے گھر سے مورخہ 19 اگست 2010 کو صبح ساڑھے دس بجے اپنی زرعی زمینوں کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک موڑ پر جب کار کی رفتار آہستہ ہوئی تو موقع پا کر دو نامعلوم نقاب پوش موٹر سائیکل سواروں نے آپ پر فائرنگ کر دی جس سے ایک گولی آپ کی کنپٹی پر لگی اور آپ موقع پر ہی راہ مولیٰ میں قربان ہو گئے ۔19 اگست کو شام 6:30 بجے سانگھڑ میں مکرم ریاض احمد ابڑو صاحب مربی سلسلہ نے نماز جنازہ پڑھائی ۔جس کے بعد میت کو کراچی لے جایا گیا جہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز میت لاہور لائی گئی ۔لاہور سے بذریعہ ایمبولینس جنازہ مورخہ 20 اگست کو تقریباً 1:30 بجے ربوہ پہنچایا گیا ۔دارالضیافت میں مرکزی عمائدین نے استقبال کیا ۔چار بجے سہ پہر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی ۔قبرستان میں امانتاً تدفین کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے ہی دعا کروائی ۔اس موقع پر مجلس خدام الاحمدیہ مقامی کی طرف سے سیکیورٹی اور دوسرے انتظامات کئے گئے تھے ۔شہادت کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی ۔آپ نہایت مخلص اور جماعت کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے انسان تھے ۔آپ 1990 میں بچوں سمیت امریکہ شفٹ ہو گئے تھے اور امریکہ جانے سے پہلے آپ بحیثیت قائد مجلس خدام الاحمدیہ سانگھڑ شہر اور قائد ضلع سانگھڑ کے طور پر خدمت کی توفیق پاتے رہے اسی طرح آپ کو جماعتی طور پر سیکریٹری مال کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملتی رہی ۔امریکہ میں بھی آپ کو جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ میں خدمت کرنے کی توفیق ملتی رہی ۔آپ اس کے ابتدائی کارکنان میں سے تھے ۔مئی 2006 میں جب آپ کے بھائی ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب راہ مولیٰ میں شہید ہو گئے تو آپ بوڑھے والد کی خدمت کیلئے امریکہ سے سانگھڑ شفٹ ہو گئے اور یہاں شفٹ ہونے کے بعد مرحوم بھائی کی بیوہ ڈاکٹر نعیمہ صاحبہ سے شادی کر کے مرحوم بھائی کے بچوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا ۔

مرحوم کے پسماندگان میں بوڑھے والد مکرم پیر فضل الرحمٰن صاحب بعمر 91 سال کے علاوہ دو بھائی اور چار بہنیں ہیں علاوہ ازیں آپ کی پہلی بیوی مکرمہ رقیہ بیگم صاحبہ وفات پا چکی ہیں جبکہ ان سے آپ کی اولاد میں مکرم انیس الرحمٰن ،مکرمہ حمیرا صاحبہ اور مکرمہ عائشہ صاحبہ بھی آپ کے پسماندگان میں شامل ہیں ۔یہ بچے امریکہ میں رہائش پذیر ہیں اسی طرح آپ کی دوسری اہلیہ مکرمہ ڈاکٹر نعیمہ صاحبہ اور ان سے آپ کے بھائی ڈاکٹر مجیب الرحمٰن کے بچے اعزاز الرحمٰن ،معاذ الرحمٰن اور مشعل عمر بھی آپ کے پسماندگان میں شامل ہیں ۔اللہ تعالیٰ ہمارے اس بھائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے ،آمین ۔

مکرم الحاج مسعود احمد خورشید صاحب سنوری وفات پا گئے

مکرم الحاج مسعود احمد خورشید صاحب سنوری آف کراچی حال اٹلانٹا امریکہ ولد حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری رفیق حضرت مسیح موعود مورخہ 23 ستمبر 2010 کو 87 سال کی عمر میں اٹلانٹا میں بقضائے الٰہی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے ۔اِنّـا لِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نیک صالح تہجد گزار اور دعا گو بزرگ تھے ۔خلافت اور احمدیت کے سچے فدائی تھے اور جماعت احمدیہ کراچی کے مختلف مرکزی عہدوں پر لمبے عرصہ تک خدمات انجام دیتے رہے ۔آپ کو میامی (فلوریڈا) میں بھی سیکرٹری مال اور انصار اللہ کے عہدوں پر کام کرنے کی توفیق ملی ۔مورخہ 25 ستمبر کو بعد نماز ظہر محترم نسیم مہدی صاحب مشنری انچارج امریکہ نے مسجد بیت الرحمٰن میری لینڈ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ۔جس میں کثیر تعداد میں افرادِ جماعت عزیز و اقارب اور دوستوں نے شرکت کی نماز جنازہ کے بعد جنازہ احمدیہ قبرستان SyKesville میری لینڈ لے جایا گیا ۔اور قطعہ موصیاں میں تدفین کے بعد محترم نسیم مہدی صاحب نے ہی دعا کروائی ۔مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے ۔مرحوم نے پسماندگان میں چار بیٹے مکرم حمید انور صاحب ،مکرم کریم احمد صاحب ،مکرم مجید احمد سنوری صاحب ،مکرم منیر احمد خورشید صاحب اور چار بیٹیاں محترمہ صادقہ کرامت صاحبہ ،محترمہ مبارکہ وسیم صاحبہ ،محترمہ حامدہ فاروقی صاحبہ ،محترمہ نصیرہ قمر صاحبہ اور 44 پوتے پوتیاں ،نواسے نواسیاں اور پڑپوتیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں ۔احباب سے مرحوم کی بلندیٔ درجات ،جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور جملہ لواحقین کے صبرِ جمیل کیلئے درخواستِ دعا ہے ۔

مالا کی پانچویں سالانہ شام سخن

مرتبہ: عبدالوحید

بالٹی مور، واشنگٹن ڈی۔ سی اور ورجینیا کے علاقے میں بسنے والے اور ادبی ذوق رکھنے والی روحوں کی تسکین ذوق کے لئے علاقے کی سرگرم ادبی تنظیم مالا نے ۷ اجولائی ۲۰۱۰ بروز ہفتہ ورجینیا میں ایک شام سخن کا انعقاد کیا۔ مالا وقتاً فوقتاً ایسی محفلیں برپا کرتی رہتی ہے جس سے کسی حد تک تشنہ روحوں کی سیرابی ہو جانے کی علاوہ حاضرین کے دلوں کو مستقبل کی نشستوں کا منتظر رکھتی ہیں۔

شام سخن جماعت احمدیہ امریکہ کے تعاون سے منعقد کی گئی جس میں امریکہ اور کینیڈا کے دور دراز کے علاقوں میں رہنے والے شعراء اور سامعین شریک ہوئے۔ اس شام کی صدارت پروفیسر سلطان اکبر نے کی اور نظامت کے فرائض مالا کے بانی رُکن اور روح رواں جناب ناصر جمیل نے خوش اسلوبی سے انجام دیے۔

اس شام کی خاص بات کینیڈا سے تشریف لائی ہوئی معروف ادبی شخصیت ڈاکٹر پرویز پروازی اور گورنمنٹ سائنس کالج لاہور کے ایسوسی ایٹ پروفیسر عارف ثاقب کی شمولیت تھی۔ ڈاکٹر عارف ثاقب کا مجموعہ کلام مآل جنوں کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور دو مجموعے طباعت کے مراحل سے گزر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ مہمان شعراء میں شکاگو سے تشریف لائے ہوئے صحافی شاعر اور پروفیسر اقبال نواز، نیویارک سے صحافی شاعر منظور ملک، عبدالشکور شاکر اور احمد مبارک، فلاڈیلفیا سے ڈاکٹر ظفر اللہ خان ٹورانٹو کینیڈا سے مرزا افضل، سان ہوزے کیلیفورنیا سے مبشر احمد اور اوہائیو سے ڈاکٹر مہدی علی نے شرکت کی۔ مقامی شعراء میں شعری مجموعہ کلام میزان شناسائی کے مصنف اور مالا کے سرگرم رُکن صادق باجوہ، اکرم محمود، فہیم شاہ، محمد احمد ناصر اور ڈاکٹر آغا شاہد خان نے اس شام سخن کو اپنے عمدہ کلام سے مالا مال کیا۔ تمام شعراء کو حاضرین نے نہایت توجہ اور انہماک سے سُنا اور عمدہ اشعار پر دل کھول کر داد دی۔

یہ شام سخن بھرپور انداز میں رات کے قریباً بارہ بجے اپنے اختتام کو پہنچی۔ شام سخن میں شامل شعراء کے اس شام پیش کئے گئے کلام کچھ نمونے اور تصاویر قارئین کی ضیافت طبع کے لئے پیش خدمت ہیں:۔

ڈاکٹر پرویز پروازی:

طے ہو گئیں مسافتیں دو گام رہ گئے
حسرت یہ رہ گئی کہ بہت کام رہ گئے
وقت کی چھلنی میں چھانی جائے گی
تب ہماری بابات مانی جائے گی

ڈاکٹر عارف ثاقب:

یا میرے دل کی دھڑکنوں سے ہمکلام ہو
یا اتنی دور جا کہ یہ حجت تمام ہو
جو نہیں جانتے ہجر کی لذت ثاقب
ایسے لوگوں کی ملاقات میں کیا رکھا ہے

احمد مبارک:

سب یقیں ہار گئے سارے گماں ہار گئے
اے وطن ہم تیرے دہلیز پہ جاں ہار گئے

پروفیسر اقبال نواز:

وحشیوں کا رقص جاری ہے مرے چاروں طرف
پھر سے شاید گھر گیا ہوں دوستوں کے درمیاں

شام سُخن میں شریک شعراء اور منتظمین

اکرم محمود: کسی عکسِ نو کی امیں رہی میری منتظر
نئے ساحلوں کی زمیں رہی میری منتظر
جو گیا تو ایسا کہ لوٹ کر نہیں آسکا
میرے اپنے گھر کی جبیں رہی میری منتظر

سیّد محمود فہیم: سننے والے غور سے سن۔ خاموشی کا بین جدا ہے
ویلا جیویں ڈونگی گور۔ گور دی مٹی دے سب چور

مبشر احمد: پھر مسجدوں میں آگ لگانے آ گیا
شیطاں شر پذیر شریروں کا راہنما

مرزا محمد افضل:

آسمانوں کو سُن رہے ہونگے۔ خواب اپنے وہ چُن رہے ہونگے
قربتوں کی نوید سُن سُن کر۔ رقص میں سر دُھن رہے ہونگے

صادقؔ باجوہ: بھولی بسری ہوئی ہر یاد مٹا دی جائے
یہ ضروری تو نہیں دل کو سزا دی جائے
پھر مسیحائے دکھ و درد ہوئے مصلوب
ہے حقیقت ہی یہ صادق تو بتا دی جائے

ظفر خان: جو میرے آنکھ سے نکلی تھی لامکاں کے لیے
یہ آسماں اُسی آبِ جو سے پھوٹا ہے
مری سرشت سے اُٹھا ہے اس زمیں کا وجود
میرا امکان ہے میری نمو سے پھوٹا ہے

آغا شاہد خان:

صحراؤں کے دامن میں بھی کچھ پھول کھلے ہیں
بے کار تگ و دو کے بھی کچھ اپنے صلے ہیں
کانٹے بھی میسر ہیں بہت آبلہ پا کو
لمحات کے خنجر تو میانوں میں پڑے ہیں